اس کتاب کی اشاعت میں بہار اردو اکاڈمی کا مالی تعاون شامل ہے۔

پورنیہ پر فوجداروں کی حکومت

سیاسی، سماجی، اقتصادی
اور
علمی و ادبی حالات

مرتبہ

اکمل یزدانی جامعی ایم۔ اے
معاشیات آگرہ یونیورسٹی
ڈپ۔ ان۔ ایڈ پٹنہ

● تعداد اشاعت :- بار اول ـــــ ۱۰۰۰

● قیمت ـــــ دس روپے -/40

● مطبوعہ :- ـــــ جنرل پرنٹنگ پریس لائن کشن گنج، پورنیہ بہار۔

● طابع :- ـــــ فاراں شکوہ یزدانی ایم۔ اے (شعبۂ اردو سنتھلا یونیورسٹی)

● کاتب :- ـــــ محمد ابراہیم زرین رقم پناسیلوی

سنہ طباعت ۱۹۸۳ء

ملنے کے پتے

(۱) جنرل پرنٹنگ پریس لائن کشن گنج، پورنیہ (بہار)

(۲) صادق کتاب گھر کچہری روڈ، پورنیہ بہار

(۳) اپنا کتب خانہ کٹیہار

(۴) محمد فرید بکسیلر کانکی (مغربی دیناج پور (بنگال)

(۵) سلیمان لائبریری، بہادر گنج، ضلع پورنیہ (بہار)

(۶) سبیر بک ڈپو - ارریہ (جامع مسجد)

(۷) بزم جدید - ارریہ

(۸) نیشنل بک ڈپو - سونتھا ہاٹ

(مشین مین۔ محمد اسلم رام نگری پورنیہ)

مضامین

انتساب

اپنے محسن و مربی اور استاد

ڈاکٹر ذاکر حسین خاں صاحب مرحوم

سابق صدر جمہوریہ ہند

کے نام

جنھوں نے فروری ۱۹۵۹ء میں اپنی بہار کی گورنری کے زمانے میں سرزمین پورنیہ کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے سرفراز فرمایا تھا۔

اکمل یزدانی جامعی

۱۵ر جنوری ۱۹۸۲ء

تاریخ ہند کے مختلف موضوعات سے متعلق تحقیق کا کام بھی ہوتا رہا ہے اور تصنیف کا بھی، لیکن علاقائی تاریخ کی طرف اربابِ تحقیق و تصنیف نے بہت کم توجہ کی ہے۔ پورنیہ کا علاقہ بھی اسی بے توجہی کا شکار رہا ہے۔ اور یہ بے توجہی کچھ اس حد تک پہنچ گئی کہ اچھے خاصے لوگ جن میں خود اہالیانِ پورنیہ بھی شامل ہیں، یہ سمجھنے لگے کہ پورنیہ کی اپنی کوئی تاریخ ہی نہیں ہے۔

اردو زبان میں مختلف موضوع پر تحقیق و تصنیف کا سلسلہ جاری ہے۔ لیکن پورنیہ کی تاریخ سے متعلق اب تک کوئی وقیع کتاب سامنے نہ آسکی تھی، مسرت کی بات ہے کہ جناب اکمل یزدانی صاحب نے جو ایک باصلاحیت اور باہمت جوان ہیں، اس طرف توجہ کی ہے۔ اور تاریخ پورنیہ سے متعلق ایک ایک تحقیقی مقالہ مرتب کیا ہے۔ موصوف نے بڑی محنت و جانفشانی سے کام لیا ہے اور ایک بند دروازے کو کھولا ہے۔

ہمیں امید ہے کہ وہ خود بھی اس موضوع پر مزید دادِ تحقیق دینگے اور دوسروں کے لئے بھی مشعلِ راہ ثابت ہوں گے۔"

(پروفیسر) سید حسن عسکری

پٹنہ ۲ ستمبر سنہ ۸۲ء

فہرست مضامین

صفحہ نمبر	مضامین
۱۱۰	فوجداران پورنیہ اور علم وادب کی مربیت
۱۱۰ - ۱۱۴	بدیادھر، عہد سیف خاں کی ایک تصنیف
۱۱۴-۱۱۸	نواب صولت جنگ کا عہد
۱۱۸-۱۲۰	آخری فوجدار محمد علی خاں کے بعد کی تصانیف
۱۲۱-۲۲	پورنیہ کی غیر مسلم رعایا کے ساتھ فوجداروں کا برتاؤ
۱۲۳-۲۶	ہندو مسلم تعلقات
۱۲۷	جن کتابوں کے حوالے سے تاریخ مرتب کی گئی۔

۱

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

چند باتیں

مولوی محمد سلیمان صاحب سلیمان مرحوم بی اے کشن گنج

جوان صالح، صدیق مکرم عزیزی اکمل یزدانی کو خدا نے بڑی اچھی صلاحیتیں عطا کی ہیں۔ اور وہ ان صلاحیتوں سے کام لے کر ملک اور قوم کی قیمتی خدمتیں بھی کر رہے ہیں۔ اَلحمدُ للّٰہِ علیٰ ذٰلک۔ ان کو پالینا میں اپنے حق میں بڑی سعادت سمجھتا ہوں۔ اور خدا کی بڑی نعمتوں میں جانتا ہوں بللّٰہ الحمد

۱۷۷۰ء میں پورنیہ کے فوجداروں کا خاتمہ ہو کر انگریزوں نے حکومت کی باگ ڈور سنبھالی تو پورنیہ کی شامت کا بھی آغاز ہوا۔ پورنیہ روز بروز روبہ زوال ہوتا رہا اور اس کے اہالیان خیر دن کے لئے آب کش اور خشت زن ہو کر رہ گئے۔ اونچے مدارج اور سرکاری دفاتر ان سے چھنتے چلے گئے۔ حالانکہ بقول بکانن یہ ضلع اپنے ضروری امور کی انجام دہی میں غیروں کا محتاج نہ تھا۔ اہالیان پورنیہ انگریزی راج میں رہتے ہوئے بھی انگریزی سے متنفر رہے۔ ہوائے رخ کو نہ پہچانا۔ زمانہ کا ساتھ نہ دیا۔ تاریکی بڑھتی گئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ پورنیہ کا گذشتہ روشن عہد تاریخ کا بھولا بسرا باب ہو گیا۔

بعض وجوہ سے میری ابتدا سے یہ کوشش رہی ہے کہ میں پورنیہ کی کچھ خدمت کروں۔ اس کی گذشتہ تاریخ جو گرد و غبار میں اٹ گئی ہے اور مسخ ہو گئی اس کو حتی الامکان صاف کرنے کی کوشش کروں۔ عزیزی اکمل یزدانی نے "انسان" ہفتہ وار کشن گنج، پورنیہ کا 'پورنیہ نمبر' شائع کرنے کا سوچا تو میں نے ایک مضمون "فوجداران پورنیہ" ترتیب دیا۔ اس تقریب سے تلاش و جستجو کی ضرورت ہوئی تو مربیان اردو، صولت جنگ اور شوکت جنگ کو اسی پورنیہ سے وابستہ پایا تھا

۔۔۔۔ چند باتیں، مولوی محمد سلیمان صاحب مرحوم نے اپنے قلم سے ایسی حالت میں قلمبند فرمایا تھا۔ جب وہ صاحب فراش تھے اور بینائی سے بھی یک گونہ معذور تھے۔ لہٰذا خالی جگہوں میں انہوں نے جو کچھ لکھا تھا وہ پڑھا نہ جا سکا۔ (اکمل)

کسے خبر کہ اس شہر (پورنیہ) کے ویرانوں میں اس وقت کے کتنے ہی گنج ہائے گراں مایہ مدفون
ہیں۔ بڑی خوشی ہے کہ یزدانی صاحب نے ادھر توجہ کی اور اپنی خداداد صلاحیتوں سے کام لے کر
پورنیہ کے بھولے بسرے باب کو پھر سے شدید کاوشوں سے تازہ کیا۔

اس سلسلے میں انہیں جن دشواریوں، محنتوں اور کاوشوں سے سامنا ہوا ہے۔
اس کا اندازہ ہر فرد نہیں کر سکتا۔ خدا کا شکر ہے کہ پورنیہ کو ایک ایسا سعید
فرزند نصیب ہوا۔ جس نے پورنیہ کی یہ زرین خدمت انجام دی۔

ایں سعادت بزور بازو نیست
گر نہ بخشد خدائے بخشندہ

میں امید کرتا ہوں کہ صاحبان ذوق اس کی قدر کریں گے اور ہمارے
نوجوان یزدانی صاحب کے شکر گذار ہوں گے اور دعائے خیر سے یاد کریں گے
اور خود بھی اس سلسلے میں کوشش جاری رکھیں گے۔ تاکہ ہم کہہ سکیں کہ...

ع بہار می رسد و ایں گل نخستین ست

محمد سلیمان

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

پیش لفظ

ہندوؤں کی بعض مذہبی کتابوں اور پورنیہ ضلع کے بعض کھنڈرات سے پتہ
چلتا ہے کہ یہ کوئی نوآباد ضلع نہیں ہے۔ بلکہ ست جگ سے آباد ہے جو ہندوؤں
کے مطابق انسانی آبادی کا سب سے پہلا دور تھا۔ ستجگ میں یہ ضلع راجہ ہرنا کیشو
کے تصرف میں تھا اور اس کی راجدھانی سکلی گڑھ تھی۔ جو غالباً پورنیہ ضلع کے
بن منکھی[1] نامی مقام پر ہے۔ یہاں ہرنا نام کی ایک ندی ابھی بھی موجود ہے۔ اور
ایک پتھر کا ستون بھی ہے جو مانک استھمب کے نام سے مشہور ہے۔ بعض لوگوں کا یہ
کہنا ہے کہ ستجگ میں نرسنگ اوتار کا جو واقعہ رونما ہوا تھا وہ اسی مقام یعنی
سکلی گڑھ میں ہوا تھا اور جس منارہ سے نرسنگھ اوتار ظاہر ہوئے تھے وہی
مانک استھمب کہلاتا ہے اس کا اوپری حصہ ٹوٹا ہوا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس ٹوٹے
ہوئے حصہ پر شیر کی شکل بنی ہوئی تھی۔ ہو سکتا ہے یہ وہی منارہ ہو۔ واللہ اعلم!
کرنل ایل۔ اے ویڈل آئی۔ ایم۔ ایس۔ نے اس استھمب (ستون) کے متعلق تفصیل
سے لکھا ہے[2]۔ پورنیہ ضلع کے کسی کلکٹر کو اس کی کھدائی کے دوران میں سونے کا ایک سکہ
بھی وہیں ملا تھا۔ یہ راجہ باسدیب کا سکہ ہے اور دوسری[3] صدی عیسوی کا ہے۔

مہابھارت، منواسمرتی اور ہری بنس سے ظاہر ہوتا ہے کہ زمانہ قدیم میں یہ ضلع آرین
قوم کی نسل کے دو خاندانوں سے آباد تھا جن میں ایک کو انگا اور دوسرے کو پنڈرا کہتے تھے۔

[1] پورنیہ سے ۲۰ میل پچھم
[2] Notes on Manik tham, Monolith proceedings of A.S.B. 1980 P.P. 34-8
[3] Von sallet Dic Nechfolger Alexender des grossen page No. 209.

عہد مہابھارت میں بھیم نے جب پوربی ہندوستان پر چڑھائی کی تو اس کی لڑائی پورنیہ کے راجہ مہانیجا، کرن اور واسدیو سے ہوئی۔ جن کو شکست دیکر وہ پورنیہ پر قابض ہو گیا۔ اس سے پہلے پورنیہ کا اتری حصہ راجہ بیراٹ کے قبضے میں تھا۔ جہاں پانچوں پانڈوں نے اپنی روپوشی کا زمانہ گزارا۔ بیراٹ کی راجدھانی کے متعلق غالب گمان ہے کہ ٹھاکر گنج[1] کے علاقہ میں تھی۔ کیوں کہ بھیم بھاڑ، ارجن بھیٹا اور کیچک بدھ نامی مقامات وہاں موجود ہیں۔ انگا کے راجہ خود سر تھے اور اکثر مگدھ کی حکومتوں سے ان کی لڑائیاں ہوتی رہیں۔ لیکن گوتم بدھ کے زمانے میں بھیم بسارہ نے ۵۱۹ قبل مسیح میں انگوں کو ہرا کر اس خطے کو ہمیشہ کے لئے مگدھ حکومت کو جزو بنا لیا۔ اور اشوک کے زمانے میں انگوں کا خطہ بھی مگدھ حکومت میں ملا لیا گیا۔ بعد میں یہ ضلع گپت خاندان کے راجاؤں کے قبضے میں آگیا۔ جب ہون قوم کا حملہ ہوا اور گپت خاندان تباہ ہو گیا تو پورنیہ مگدھ کے راجہ بالادیت کے قبضے میں آگیا۔ اس نے ہون قوم کو شکست دی۔

معلوم ہوتا ہے کہ ساتویں صدی عیسوی کے شروع میں یہ ضلع گور کے راجہ ساسینکا کے قبضے میں تھا مگر ہرش نے ۶۲۰ء میں ساسینکا سے بدلہ لیا اور اس پر قابض ہو گیا۔ ہرش کے بعد پورنیہ ضلع پھر مگدھ حکومت کا جزو بن گیا۔ نویں صدی سے بارہویں صدی عیسوی تک پورنیہ پہ پال راجاؤں کی حکومت رہی۔ پھر سین خاندان کے راجاؤں نے اس پر قبضہ کر لیا۔

بہار و بنگالہ میں مسلمانوں کی حکومت کا قیام اختیار الدین محمد بن بختیار خلجی (۵۰۹ھ تا ۶۰۲ھ) کے ذریعہ عمل میں آیا۔ غالباً یہ پہلا آدمی تھا جس نے کوچ بہار ہوتے ہوئے تبت پر فوج کشی کی۔ اس نے ندیا کو تباہ کیا اور لکھنوتی (گوڑ) کو اپنا دار السلطنت بنایا۔ بختیار خلجی کی بارہ سالہ اور اس کے بعد ملک عز الدین خلجی کی آٹھ ماہ حکومت کے بعد علی مردان خلجی بنگالہ پر قابض ہوا۔

---

[1] ٹھاکر گنج کشن گنج ضلع پورنیہ سے تقریباً ۲۰ میل پورب اتر۔

علی مردان خلجی (۶۰۵ھ/۱۲۰۷ء تا ۶۰۸ھ/۱۲۱۰ء) کے مارے جانے پر گنگوتری کے حاکم حسام الدین عوض حسین ملقب بہ سلطان غیاث الدین عوض حسین خلجی (۶۰۸ھ/۱۲۱۰ء تا ۶۲۴ھ/۱۲۲۶ء) نے اپنا لقب سلطان غیاث الدین رکھا۔ اور سکہ اور خطبہ جاری کر کے اڑیسہ اور ترہت پر چڑھائی کی[1]۔ اسی عہد میں مسلمانوں کے حدود حکومت میں قدرے وسعت ہوئی اور غالباً اسی زمانے میں پورنیہ کا خطہ بھی مسلمانوں کے زیر نگین آگیا۔ لیکن اس کے اتری حصے مسلمانوں کے تسلط سے باہر رہے۔ ان پر مورنگ کے راجاؤں کا قبضہ رہا۔ مغلیہ حکومت کے قیام کے کافی عرصہ بعد یہاں مسلمانوں کی باقاعدہ حکومت قائم ہوئی۔ اور قلعہ جلال گڑھ اتری سرحد قرار پایا۔ اسی طرح اس ضلع کا پچھمی حصہ سیف خاں فوجدار پورنیہ کے عہد میں سلطنت مغلیہ کا پورے طور پر جزو بنا۔

پورنیہ بنگالہ کا سرحدی خطہ تھا اور عہد مغلیہ میں یہاں فوجداروں کی حکومت رہی۔ جن کا ذکر آگے آئے گا۔ اس سے قبل ناظرین یہ اندازہ کر لیں کہ فوجداروں کے عہد میں پورنیہ ضلع کتنا بڑا رہا ہوگا۔

---

[1] طبقات ناصری صفحہ ۱۶۳۔

موجودہ پورنیہ اور فوج داروں کے عہد کا پورنیہ

بحالات موجودہ ضلع پورنیہ صوبہ بہار کا ایک ایسا ضلع ہے جس کی اتری سرحد پر نیپال کا ضلع مورنگ واقع ہے۔ اس کے پورب مغربی بنگال اور بنگلہ دیش، پچھم مدھے پورہ اور دکھن ضلع کٹیہار ہیں۔ اس کا موجودہ رقبہ اور طول و عرض بہت کم رہ گیا ہے۔ اس کے موجودہ نقشے اور رقبے سے ہم اس بات کا صحیح اندازہ نہیں کر سکتے کہ عہد مغلیہ میں جب یہاں فوج داروں کی حکومت تھی تو یہ ضلع کتنا بڑا تھا۔

بنگال کے مالدہ ضلع میں فوجداروں کے عہد کے پورنیہ کا کافی حصّہ ہے اور ۱۸۱۳ء میں اس میں کچھ بنگال کے حصّے ملا کر ضلع مالدہ بنایا گیا ہے۔ ضلع مدھے پورا اور سہرسا میں اسی پورنیہ ضلع کے حصے شامل کیے گئے ہیں۔ مغربی بنگال میں بھی اسی کے ٹکڑے جوڑے گئے ہیں۔ اسی طرح ضلع کٹیہار اسی پورنیہ ضلع کے ایک جز سے وجود میں آیا ہے

اُڑائے کچھ ورق لالے نے کچھ نرگس نے کچھ گُل نے
چمن میں ہر طرف بکھری ہوئی ہے داستاں میری

۱۸۰۸ء کا پورنیہ فوجداروں کے عہد کے پُورنیہ کو دیکھنا ہو تو پہلے بکانن ہملٹن کے ۹-۱۸۰۸ء کے نقشے پر نظر ڈالیے۔ اس نقشے میں آپ کو اتر میں گورکھا راج نیپال نظر آئے گا۔ دکھن میں ضلع مرشد آباد، پورب میں رنگ پور اور دیناج پور ملیں گے اور پچھم بھاگلپور اور ترہت دیکھائی دیں گے۔ بکانن لکھتا ہے:-

"This district now contains a portion of Sarkar Tajpur, Jannatabad and Uraimber in the subah of Bengal and a part of Sarkar Mungger in the Subah of Bihar"[1]

ترجمہ:-
"اس ضلع میں بحالات موجودہ سرکار تاج پور، جنت آباد، اورمبر واقع صوبہ بنگالہ کا کچھ حصہ اور سرکار مونگیر متعلقہ صوبہ بہار کا ایک حصہ شامل ہے۔"

[1] اکاؤنٹ آف پورنیہ بکانن مرتبہ جیکسن ص۵۵

۱۸۰۸ء میں پورنیہ ضلع کتنا لمبا چوڑا تھا، بکانن کے بیان سے مزید واضح ہوگا۔ لکھتے ہیں:-

"...العالی (نزد مرشد آباد) سے لیکر نیپال کی سرحد تک یہ ضلع ۱۵۵ میل لمبا اور ناگر ندی سے داس ندی تک ۹۸ میل چوڑا ہے"[2]

پورنیہ ۱۷۷۹ء میں مشہور جغرافیہ داں میجر رینیل (Major Rannell) نے پورنیہ ضلع کی جو حدود اپنے نقشے مرتبہ ۱۷۷۹ء میں دکھائی ہے۔ اس کے مطابق پورنیہ ضلع کا رقبہ ۳۷۶۲ مربع میل ہے۔ مگر بکانن کہتا ہے کہ رینیل نے غلطی کی ہے اور لگ بھگ ۷۶ مربع میل کم دکھائی ہے۔ کیوں کہ اس نے کمپنی کی مملکت کی حد مہانندا اور بلاسن تک ہی دکھائی ہے۔ حالانکہ ان ندیوں سے تقریباً ۳-۴ میل آگے تک کمپنی کا عمل دخل تھا۔ اگر ہم بکانن کو صحیح مان لیں تو ۱۷۷۹ء میں پورنیہ ضلع کا رقبہ ۶۳۴۰ مربع میل تسلیم کرنا ہوگا۔

گور اور منیہلا پورنیہ میں فرانسس بکانن ہملٹن لکھتے ہیں:-

یہ ضلع (پورنیہ) لکشمن سین کے تقسیم کردہ چھ صوبوں میں سے دو یعنی پورا گور اور منیہلا اور تیسرے یعنی برندرا کے ایک حصّے پر مشتمل ہے۔[3]

واضح رہے کہ بکانن صاحب نے ۱۰-۱۸۰۸ء میں پورنیہ کا معائنہ کیا اور اپنی رپورٹ ترتیب دی۔ انہوں نے پورنیہ ضلع کا جو نقشہ دیا ہے۔ اس میں اس ضلع کو ۱۸ ڈویژن (تھانوں) میں بٹا ہوا دکھایا ہے۔ جنمیں بھولاہاٹ، کلیاچک اور سیب گنج ڈویژن بھی دکھائے گئے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ۱۰-۱۸۰۸ء میں پنڈوا اور گور پورنیہ ضلع میں شامل تھے۔ گور کا قدیم اور عظیم الشان شہر جس کے متعلق فرشتہ نے "از مصر بہتر بود" لکھا ہے اور جس کو ہمایوں نے جنت آباد کا نام دیا تھا۔ اسی ضلع پورنیہ کا حصّہ تھا۔

ریاض السلاطین کا بیان اب اگر ہم لوگ ذرا اور پیچھے چلیں تو دیکھیں گے کہ اس سے اور قبل پورنیہ ضلع کتنا طویل اور عریض تھا۔ ریاض السلاطین کے مصنف غلام حسین سلیم زید پوری لکھتے ہیں:-

[1] این اکاؤنٹ آف دی ڈسٹرکٹ آف پورنیہ بکانن جیکسن ص۱ [2] اکاؤنٹ پورنیہ بکانن مرتبہ جیکسن ص۵

" ازگندہ گولہ (کاڑھاگولہ) ولبِ گنگ (گنگا ندی) تامورنگ دہ روزہ راہ ملک وسیع پورنیہ است "[1]

یہ دوری تو کاڑھاگولہ سے مورنگ تک کی تھی۔ کاڑھاگولہ سے مورنگ یعنی پورنیہ کی اتری حد پر پہنچنے میں دس دن لگ جاتے تھے تو مرشد آباد سے یعنی پورنیہ کی دکھنی حد چوناکھالی سے اتری سرحد تک یعنی مورنگ تک پہنچنے میں کتنے دن لگ جاتے ہوں گے۔ جب کہ کاڑھاگولہ دو تہائی پر واقع تھا اور ہے۔

آیئے اب ہم لوگ یہ دیکھیں کہ مغلیہ عہد کا ضلع پورنیہ کتنا بڑا تھا اور اس میں کون کون سے سرکار اور محالات تھے۔

آئین اکبری میں پورنیہ

آئین اکبری سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس ضلع میں سرکار تاج پور، سرکار پورنیہ اور سرکار مونگیر کے پرگنات شامل تھے۔

دریائے مہاندا کے مشرقی علاقے سرکار تاجپور میں تھے جن میں ۲۹ محالات تھے جن میں سے بعض یہ ہیں: پرگنہ باڈور، بھورا، دلاور پور، کماری پور، مال دوار، سورجا پور اور تاج پور پچھمی دیناجپور بھی اسی سرکار میں شامل تھا۔

مہاندا سے پچھم سرکار پورنیہ تھا جس میں ۹ محال تھے۔ فیل محال[1]، اسونجا (اسجا)[2] دلمال پور[3]، حویلی پورنیہ[4]، جیرام پور[5]، کیٹھاری (کیٹہار)[6] کدوا[7]، سری پور[8]، اور سلطان پور[9]

سرکار مونگیر میں دھرم پور پرگنہ شامل تھا۔ مگر سیف خان فوجدار کے وقت میں جب بیرنگر فتح ہوا تو دھاپہر، ناتھ پور اور گوراری پرگنے بھی پورنیہ میں شامل کر لیے گئے۔

فوج داران پورنیہ کے اختیارات

عہد مغلیہ میں پورنیہ ایک عظیم سرحدی عسکری سرکار (Great Militray frontier prov) تھا۔ اس کے انتظام و انصرام کے لئے ایک فوجدار (Militray Governor) کا تقرر ہوتا رہا۔ یہ فوجداران صوبہ داران بنگالہ کے برائے نام ماتحت ہوتے تھے۔ اور پورنیہ کی آمدنی کا بہت معمولی حصہ جو برائے نام ہوتا تھا

[1] ریاض السلاطین صـ ۴۵

مرشد آباد کے خزانے میں داخل ہوتا تھا۔ پورنیہ کا بیشتر حصہ ان فوجداروں کی جاگیر میں دے دیا جاتا تھا جس کی آمدنی سے وہ اپنے فوجی اور نجی مصارف کی کفالت کرتے تھے، ان کے سول اور ملیٹری دونوں اختیارات بہت وسیع تھے۔

سترھویں صدی عیسوی سے قبل

سترھویں صدی عیسوی کے قبل یہاں کون کون سے فوجدار حکمرانی کرتے تھے۔ اس کا پتہ نہیں چلتا۔ راجگان کھگڑہ دکشن گنج، ضلع پورنیہ، بہار) کے خاندانی حالات پر تالیف شدہ کتب اور کرسی ناموں سے پتہ چلتا ہے کہ شیر شاہ اور ہمایون کے درمیان بنگالہ میں جو جنگ ہوئی تھی اس میں راجگان کھگڑہ (کشن گنج پورنیہ) کے مورث اعلیٰ سید خاں دستور نے ہمایون کی حمایت میں داد شجاعت دی تھی اور ہمایون کو فتح یاب کرانے میں ان کا بھی ہاتھ تھا جس کے صلے میں ہمایون نے سید خاں دستور کو سنہ ۹۶۲ھ (۱۵۴۵ء) میں بطور انعام پرگنہ سورجاپور کی زمینداری کی سند اور قانون گوئی کا خطاب مرحمت فرمایا تھا[1]

فوج داروں کا دور

سترہویں صدی عیسوی کے آخیر میں استوال خاں پورنیہ کے فوجدار مقرر ہوئے۔ ان کو نواب کا خطاب دیکر، سرحدی فوج کا سپہ سالار اور اس ضلع کے خزانے کا عامل بنا کر بھیجا گیا۔ پھر عبداللہ خاں، اسفندیار خاں (۱۶۸۰ء) بہمن یار خاں (۱۶۹۰ء تا ۱۷۲۲ء) سیف خاں (۱۷۲۲ء تا ۱۷۵۰ء) پسر امیر خاں عمدۃ الملک عالمگیری برادر امیر خاں انجام میر میران، فخر الدین حسین خاں، صولت جنگ برادر زادہ و داماد علی وردی خاں، مہابت جنگ، شوکت جنگ پسر صولت جنگ وغیرہ لگ بھگ ۱۸ فوج داروں نے پورنیہ پر حکومت کی، آخری فوجدار محمد علی خاں مائل شیرازی تھے۔ ۱۷۷۰ء میں مسٹر ڈوکیرل نے بحیثیت سپروائزر یا کلکٹر پورنیہ کا چارج لے لیا۔

ایک زرّین عہد

پورنیہ کے فوجداروں میں سیف خاں، صولت جنگ اور خادم حسین خاں بہت نمایاں معلوم ہوتے ہیں۔ سیف خاں بہت جری، بہادر اور مدبّر حکمراں تھے۔

[1] منتخب التواریخ راجگان کھگڑہ، مطبوعہ مولفہ خواجہ فدا علی و بنگال ڈسٹرکٹ گزیٹیر پورنیہ مالی صـ ۳۵

ان کے عہد میں پورنیہ کی سب سے زیادہ توسیع اور آبادکاری ہوئی۔ بنجر اور جنگلات سے بھرے ہوئے علاقے قابل کاشت بنائے گئے۔ خزانہ میں اضافہ ہوا۔ انہوں نے لگ بھگ تینتیس ۳۳ سال تک پورنیہ پر حکومت کی۔ اور اقتصادی لحاظ سے بھی پورنیہ کو خوش حال بنایا۔ غیر مسلموں کے ساتھ رواداری برتی۔ عدل و انصاف سے کام لیا۔

صولت جنگ بھی بہت رعایا پرور اور اچھے فرماں روا تھے، ان کے عہد میں پورنیہ میں بہت امن و اماں اور خوش حالی رہی۔ نہایت نیک، خدا ترس اور روادار حکمراں تھے۔ خادم حسین خاں کو ہم اچھا آدمی نہیں کہہ سکتے۔

ان فوجداروں کے عہد میں جہاں پورنیہ میں خوش حالی اور فارغ البالی رہی اور صنعت و حرفت، تہذیب و تمدن کو فروغ ہوا، علم و ادب کو بھی خاصی ترقی ہوئی۔ صولت جنگ اور شوکت جنگ علم و ادب کے مربیّوں میں تھے۔ ملا غلام یحییٰ، میر وحید، مفتی ضیاء اللہ، مولوی لعل محمد، میر عبدالہادی روشن، غلام حسین طباطبائی و کرم علی خاں وغیرہ سے انہوں نے اپنے دربار کو زینت دی اور پورنیہ کو علم و ادب کا مرکز بنا دیا تھا۔ ان کے خلف شوکت جنگ نے بھی اس روایت کو قائم رکھا اور ان کے دربار سے بھی علماء و فضلاء، ادباء و شعراء وابستہ رہے۔ ہیبت قلی خاں، حسرت عظیم آبادی بھی ان کی رفاقت میں رہ چکے ہیں۔ صاحب شعر الہند نے صولت جنگ اور ان کے لڑکے شوکت جنگ کا ذکر 'مربیان سخن' کے ضمن میں کیا ہے[1]۔

آخری فوجدار محمد علی خان تھے۔ ان کے وقت میں بھی پورنیہ علم و ادب و تہذیب و تمدن کا مرکز بنا رہا۔

علم و ادب، تہذیب و تمدن، صنعت و حرفت، امن و اماں، خوش حالی و فارغ البالی کے لحاظ سے پورنیہ میں فوجداروں کا عہد 'عہد گل' یا ایک زرّیں عہد کہا جا سکتا ہے۔ گو ۱۷۷۰ء میں فوجداروں کا عہد ختم ہو گیا۔ مگر انہوں نے جو روایتیں

[1] شعر الہند حصہ اول ص ۵۵

قائم کی تھیں ان کا اثر انگریزوں کے دور میں بھی بڑی حد تک قائم رہا۔ اور انگریزوں کی کوشش کے باوجود پورے طور پر مٹ نہ سکا البتہ ہلکا ضرور ہوا۔ ان کے تہذیب و تمدن کے اثرات جہاں مسلمانوں پر پڑے غیر مسلموں پر بھی مرتب ہوئے اور کافی عرصہ تک قائم رہے۔ بھائی چارہ، رواداری اور عدل کی جو مثال انہوں نے قائم کی تھی اس کے زیر اثر ہند و مسلم انگریزوں کے خلاف شیر و شکر بنے رہے۔ زبان اور علم و ادب کے ذریعہ جو خدمات فوجدارانِ پورنیہ نے انجام دی تھیں وہ بھی رائیگاں نہیں گئیں، شہر تو شہر دیہی علاقے بھی اُن سے بہرہ اندوز ہوئے۔ فارسی پڑھنے لکھنے کا رواج گاؤں گاؤں پھیل گیا۔ اور فارسی کے درجنوں شعراء و انشاء پرداز دیہی علاقوں میں بھی پیدا ہوتے چلے گئے۔ اور فارسی نظم و نثر کی مطبوعہ و غیر مطبوعہ کتابیں چھوڑیں۔ جن پر اب دھیرے دھیرے تحقیقی کام ہو رہا ہے۔ اور جن کا مختصر جائزہ 'انسان اخبار' کے "پورنیہ نمبر" کے مضامین سے لیا جا سکتا ہے۔

اسی طرح اس ضلع کے فوجداروں نے اردو کے شعراء وادباء کی جو مجلسیں سجائی تھیں ان کا اثر اس ضلع کے امراء، روساء، و زمینداران پر خاصا پڑا۔ تہذیب و تمدن خوراک، پوشاک رسم و رواج وغیرہ میں تو ان کی تقلید کی ہی جاتی تھی۔ علمی ادبی محفلوں کے معاملے میں بھی اور علم دوستی و علم پروری کے سلسلے میں بھی وہ فوجداران پورنیہ کی پیروی کرنے لگے۔

ان میں سے بعض نے تو تعلیم و تعلم درس و تدریس، تصنیف و تالیف اور شعر و شاعری کے لئے اپنے دربار کو علماء و فضلاء معلمین و مدرسین مصنفین و شعراء سے آراستہ کیا۔ اور اردو میں تصنیفی و تالیفی کام کرائے اور بعض بعض نے گراں قدر فارسی و اردو مخطوطات و مطبوعات سے اپنی لائبریریاں سجائیں جنکے نسخے آج بھی سیکڑوں کی تعداد میں دور دراز مقامات پر قدیم لائبریریوں میں موجود ہیں۔ اور ہزاروں دستبرد زمانہ سے تلف ہو گئے۔

فوجداران پورنیہ کے کارنامے اور اُن کی خدمات ناقابلِ فراموش ہیں:
لہٰذا عرصہ سے اس ناکارہ کی حقیر کوشش رہی کہ ان کو منظرِ عام پر لایا جائے۔
جس زمانے میں انسان' ہفتہ وار کشن گنج پورنیہ (بہار) کا ایڈیٹر (۱۹۴۸ تا ۱۹۵۵ء) تھا۔
اسی زمانے سے یہ کوشش شروع ہوئی اور انسان کا 'پورنیہ نمبر' (جنوری ۱۹۵۵ء)
نکالنے کے بعد ہی فوجدارانِ پورنیہ کے متعلق مواد کی فراہمی کا کام تیزی سے شروع کر دیا تھا۔
اور بڑی حد تک مکمل کر کے ناصاف مسودہ مخدومی و مکرمی کرمفرمائے بندہ مولوی محمد سلیمان
صاحب سلیمانؔ مرحوم بی۔ ایل کشن گنج کو دکھایا تھا۔ انہوں نے بہت پسند فرمایا۔ ازراہ ہمت
افزائی و ذرہ نوازی اس کے لئے "چند باتیں" بھی ارقام فرمائی تھیں اور اس کے لئے
'داستانِ عہدِ گل' نام بھی تجویز فرمایا تھا اور فکر مند تھے کہ اس کی طباعت و اشاعت
ہو جائے۔ نیز ہمارے محسن و کرم فرما مخدومی فصیح الدین بلخی مرحوم عظیم آبادی نے بھی اس کام
کو پسند فرما کر قدم قدم پر ازراہ کرم گستری و بندہ نوازی اس ہیچمداں کی مدد اور
رہنمائی فرمائی تھی اور خواہشمند تھے کہ چھپ جائے۔ مگر شومیٔ قسمت کہ ان دونوں بزرگوں
کی حیات میں اس ناکارہ کو توفیق نہیں ملی، اور سستی و کاہلی اور کثرتِ مشاغل کی بناء پر
مسودہ جوں کا توں پڑا رہا۔ اب دوستوں کے پیہم اصرار اور تقاضے پر اپنی حقیر کوشش
آپ کے سامنے پیش کر رہا ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ اس کام کا حق مجھ سے ادا نہیں ہو سکا ہے۔
بہتیرے پہلو تشنہ رہ گئے ہیں جنکو میں انشاء اللہ اگلے ایڈیشن میں پورا کر دوں گا۔

میں اپنے مذکرہ بالا مربیوں اور محسنوں کا بے حد ممنون ہوں اور دعا کرتا ہوں،
اللہ انہیں غریقِ رحمت فرمائے۔ میں اپنے کرمفرما جناب محمد احرار انور ایم۔ اے بی۔ ایڈ اور جناب
ماسٹر عبدالسلام صاحب کا بھی بے حد ممنون ہوں جنہوں نے مسودے کی ترتیب میں میری مدد فرمائی اور
اور اپنے عزیز شاگردوں محمد طاہر، محمد شمیم اختر، محمد بشیر الدین اور سکندر عالم ہیرنگری کا بھی
بے حد شکر گذار ہوں کہ انہوں نے کٹے پٹے مسودے کو صاف کرنے اور نقل کرنے میں میری مدد
فرمائی۔ اللہ تعالےٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین...... اکمل یزدانی۔ ۱۵ر جنوری ۸۲ء

نوابِ استوال خاں

۱۷ ویں صدیٔ عیسوی کے اخیر میں استوال خاں کو 'نواب' کا خطاب دیکر پورنیہ کا فوجدار
مقرر کیا گیا۔ نواب موصوف کو سرحدی سرکار پورنیہ کی فوجوں کی سپہ سالاری اور صیغۂ مالیات
کا عامل، یا نگراں (سپرنٹنڈنٹ) قرار دیا گیا[1]

نواب عبداللہ خاں

نواب استوال خاں فوجدار کے بعد عبداللہ خاں کو پورنیہ کی فوجداری ملی۔ ان کو بھی
نواب کا خطاب ملا اور وہی اختیارات تفویض ہوئے جو استوال خاں کو ملے تھے[2]۔ عبداللہ نگر
نامی قصبہ جو عبداللہ نگر ناگیسر باغ بھی کہلاتا تھا اور اب خشکی باغ کے نام سے مشہور ہے۔ انہی
کی یادگار ہے[3]

نواب اسفند یار خان فوجدار پورنیہ

سنہ ۱۶۸۰ء تا ۱۶۹۲ء

تقریباً سنہ ۱۶۸۰ء میں اسفند یار خاں پورنیہ کا فوجدار مقرر ہوا۔ انہوں نے ۱۲ سال
تک پورنیہ پر حکمرانی کی[4]۔ انہوں نے بھوانی پور (دھمداہا) میں ایک مسجد بھی بنوائی تھی جس میں کچھ
جاگیریں بھی تھیں سنہ ۱۸۰۸ء میں بکانن ہملٹن نے اس کا معائنہ کیا تھا[5]۔ ان کی بیوی کا مزار

ے۱ بنگال ڈسٹرکٹ گیزیٹیر پورنیہ مؤلفہ ایس۔ ایس۔ او مالی ص۳۲
ے۲ " " " "
ے۳ پرانے دستاویزات میں عبداللہ نگر ناگیسر باغ درج ہے۔ اس مقام پر چند سال قبل ایک قبرستان برآمد ہوا ہے جس میں آخری فوجدار پورنیہ محمد علی خاں اور ان کے لڑکے احمد علی خاں کا مزار ہے جس کا پتہ وہاں پائے گئے کتبات سے چلتا ہے۔ اس سلسلے میں آگے تفصیل سے بیان کیا جائے گا۔
ے۴ اکاؤنٹ آف پورنیہ مرتبہ جیکسن ص۵۵، پورنیہ ڈسٹرکٹ گیزیٹیر او مالی ص۳۵
ے۵ " " " ۶۸

نوابی مقبرہ پورنیہ سٹی (چمنی بازار سے اتر) میں ہے۔ یہ بڑی بیگم (Great lady) کہلاتی تھی۔[1]

راجگان کھگڑا (کشن گنج پورنیہ) کی تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ جلال گڑھ کا قلعہ اسی فوجدار کے عہد میں بنا۔ اور سنہ ۱۰۲۰ھ میں راجہ سید جلال الدین محمد خاں بہادر والی اسٹیٹ کھگڑہ نے اسفندیار خاں فوجدار پورنیہ کے حکم سے اس قلعہ کی تعمیر کی جسکا مقصد مورنگ کے بھوٹیوں کی یورش کو روکنا تھا۔ اسی تاریخ میں لکھا ہے کہ جلال الدین محمد خاں نے بھوٹیوں سے زبردست جنگ کی اور ان کو پسپا کر دیا۔ تو اسی فتح کی خوشی میں شہنشاہ جہانگیر نے سید جلال خاں کو راجہ سید جلال الدین محمد خاں بہادر کا خطاب عطا کیا۔[2]

نواب اسفندیار خاں کا خاندان

نواب اسفندیار خاں کے کئی لڑکے تھے۔ بکانن صاحب نے ایک لڑکے ماہ یار خاں کے متعلق لکھا ہے کہ شاہ شجاع پسر اورنگ زیب نے ماہ یار خاں کو ڈلال گنج ڈویزن سے اتری حصّوں کی فتح کے لئے مقرر کیا تھا۔ انہوں نے اس ڈویزن کے اتری حصّوں غالباً پرگنہ سری پور کو مورنگیوں سے حاصل کر کے مغل حکومت میں ملا لیا۔ ماہ یار خاں کو جاگیر عام کے طور پر دس ہزار بیگھے عطا کئے گئے تھے جس کے کچھ حصے اس وقت ان کے ورثا کے قبضے میں تھے۔ جب بکانن نے پورنیہ اکاؤنٹ لکھا یعنی (سنہ ۱۸۰۸ء) اس وقت ماہ یار خاں کے خاندان کا ایک آدمی اسی ڈلال گنج ڈویزن میں منصفی کے عہدے پر مامور تھا۔[3]

---

[1] اکاؤنٹ آف پورنیہ مرتبہ جیکسن ص ۶۱

[2] منتخب السیر فارسی، (تاریخ راجگان کھگڑہ) مؤلفہ خواجہ فدا علی اشناء عشری مطبوعہ نظامی پریس ٹیکا پور لکھنؤ سنہ ۱۲۹۱ء ص ۹-۸
احسن التواریخ مصنفہ مولانا یوسف رشیدی ہریہوری میں ہے کہ اسفندیار خاں نواب اللہ یار خاں پسر نواب افتخار خاں ترکمانی کے لڑکے تھے جو سنہ ۱۰۱۶ھ میں عثمان خاں لوحانی کی جنگ میں شہید ہوئے۔

[3] ایضاً اکاؤنٹ آف پورنیہ بکانن مرتبہ جیکسن ص ۶۸

(الکمل)

ماہ یار خاں کی یادگاریں

بکانن نے لکھا ہے کہ ماہ یار خاں نے پرگنہ حویلی کے جیوٹ پوکھر نامی مقام پر ایک قلعہ بھی بنوایا تھا اور وہاں وہ اکثر جایا کرتے تھے۔ یہ مقام پورنیہ شہر سے نو دس میل اتر واقع تھا۔ اور ایک میتھلا برہمن مسمیٰ 'بسنت' نے اس جگہ ۷۲ (بہتّر) تالاب کھدوائے تھے جنہیں جیوٹ پوکھر سب سے زیادہ مشہور تھا۔ یہ جگہ ہندوؤں کی زیارت گاہ تھی۔ راجہ بسنت کے متعلق بکانن نے لکھا ہے کہ معلوم ہوتا ہے راجہ بسنت اس سرکار (سرکار پورنیہ) Puraniya کے سب سے بڑے زمیندار تھے۔[1]

پورنیہ کے اطراف میں اور کشن گنج سب ڈویزن میں کئی مقامات ماہ یار پور (مہیار پور یا مہیال پور) کے نام سے ہیں۔ یہ مقامات غالباً اسی ماہ یار خاں کی یادگار ہیں۔

نواب بہمن یار خاں فوجدار پورنیہ
سنہ ۱۶۹۴ء تا سنہ ۱۷۲۴ء

نواب اسفندیار خاں کے بعد نواب بہمن یار خاں پورنیہ کے فوجدار مقرر ہوئے۔ انہوں نے پورنیہ پر ۳۰ سال تک حکومت کی۔[2] ان کی ایک توپ کشن گنج کی کچہری کے سامنے رکھی ہوئی ہے۔ جس پر سرکار بہمن یار خاں کندہ ہے۔

---

[1] ایں اکاؤنٹ آف پورنیہ بکانن مرتبہ جیکسن ص ۶۱

[2] کتاب معدن الانشاء مؤلفہ رام ستی چرنجی داس ۱۳۷۶ مملوکہ پٹنہ یونیورسٹی لائبریری میں پورنیہ سے متعلق کئی رقعات ملتے ہیں (۱) عریضہ زبردست خاں بنام عظیم الشان (۲) تحریر مرزا خلیل بخدمت اسفندیار خاں فوجدار پورنیہ۔ (۳) مکاتبہ بنام سیف خاں فوجدار پورنیہ (زبردست خاں خلف ابراہیم فوجدار چکلہ بردوان و میدنی پور نے عظیم الشان صوبہ دار بنگالہ کے نام جو عریضہ لکھا ہے اسمیں بہمن یار خاں فوجدار پورنیہ کے بغاوت و انحراف کا حال لکھکر درخواست کی ہے کہ اگر اسکو قتل یا گرفتار نہ کیا گیا تو فساد ملک کا اندیشہ ہے کیونکہ یہ شخص اپنے باغیانہ رویہ میں سب سے آگے ہے۔ اور اس کا قتل یا اس کی گرفتاری دوسروں کے لئے عبرت کا موجب ہوگی۔ مخطوطہ معدن الانشاء مذکورہ ص ۴۷-۴۶

یہ توپ انہوں نے اپنے بھائی شائستہ خاں کے اعزاز میں ڈھلوائی تھی[1]۔ اس توپ کے متعلق انگریزی کتبہ نصب کیا گیا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ بہمن یار خاں شائستہ خاں گورنر بنگالہ کے چھوٹے بھائی تھے یہ توپ ١٦٦٩ء میں شائستہ خاں کے اعزاز میں ڈھلوائی گئی تھی جب انہوں نے اس مقام کا معائنہ کیا تھا۔

---

[1] کشن گنج (پورنیہ) کی کچہری کے سامنے جو توپ رکھی ہوئی ہے اس میں سفید پتھر پر مندرجہ ذیل عبارت انگریزی میں درج ہے۔

The gun bears the name of Serkar Behman yar Khan a commander of 5000 military and younger Brother of Shaesta Khan, the famous governor of Bengal on whose honour his visit to this place in 1669 probably it was cast.

ترجمہ:- اس توپ پر سرکار بہمن یار خاں کا نام کندہ ہے جو پانچ ہزار فوج کے سپہ سالار تھے۔ اور شائستہ خاں مشہور گورنر بنگالہ کے چھوٹے بھائی تھے۔ یہ توپ شائستہ خاں کے اعزاز میں ڈھلوائی گئی تھی جو اس مقام پر غالباً ١٦٦٩ء میں تشریف فرما ہوئے تھے۔

نواب معین الدین سیف خاں فوجدار پورنیہ

١١٣٢ھ تا ١١٦٢ھ مطابق ١٧٢٢ء تا ١٧٥٠ء

نواب معین الدین سیف خاں بہمن یار خاں فوجدار پورنیہ کی وفات پر ١١٣٢ھ (١٧٢٢ء) میں پورنیہ کا فوجدار مقرر ہوا۔ یہ کابل کے مشہور حکمراں امیر خاں کا بیٹا تھا[1]۔ شاہی خاندان سے ہونے کے علاوہ سادات میں سے تھا۔ مرشد قلی خاں ناظم بنگالہ و بہار کی حکمرانی کے اوائل میں پورنیہ جن حالات سے دوچار تھا ان پر قابو پانے کے لئے ایک جری اور بہادر فوجدار کی ضرورت تھی۔ ان حالات کا صحیح اندازہ کرنے کے لئے اس بات کو دھیان میں رکھنا چاہئے کہ اس زمانے میں سلطنت مغلیہ کی حد پچھم کی طرف پرانی کوسی سے آگے نہ تھی جو اس زمانے میں پورنیہ کے قریب بہتی تھی۔ کوسی کے اس پار پورنیہ شہر سے پچھم راجہ بیر سنگھ کا تسلط تھا اور بیر نگر کہلاتا تھا شرح گرانٹ کے الفاظ میں بیر نگر میں پرانی کوسی کے پچھم کا پورا علاقہ شامل تھا جو ١٧٣٢ء میں پورنیہ میں ملا لیا گیا[2]۔ یہ بیر سنگھ جس نے اپنے کو بیر شاہ ہونے کا اعلان کرایا تھا۔ دربھنگہ کے مہاراجہ راگھو سنگھ کا جمعدار تھا۔ اور اکبر سے ملے ہوئے علاقے کے انتظام و انصرام پر مامور کیا گیا تھا۔ مگر بیر نگر آکر اس نے کافی طاقت حاصل کرلی۔ اور مہاراجہ موصوف کو خاطر میں نہیں لانے لگا۔ اس نے دو قلعے بھی بنوائے تھے۔ ایک تو بیر نگر میں دوسرا گوندوارہ میں جس کو بکانن نے میدگنج لکھا ہے اور شہید گنج کہلاتا ہے۔ بیر نگر کے قلعہ میں یہ خود رہتا تھا جو سنتر بیگھے پر پھیلا ہوا تھا[3]۔ اس نے مہاراجہ دربھنگہ کو خزانہ وغیرہ بھی بھیجنا بند کردیا تھا۔ اس کے پاس پندرہ ہزار پیدل اور سوار فوجیں تھیں۔ اس کی سرکشی کی بنا پر مہاراجہ دربھنگہ نے شہنشاہ دہلی کو لکھا ١٧٢٠ء میں دلی سے سرمست علی خاں کی سرکردگی میں فوج بھیجی گئی۔

---

[1] اوروالی نے بیٹا لکھا ہے مگر تاریخ علی وردی خاں مہابت جنگ میں یوں درج ہے۔ اجمال آنکہ سیف خاں پسر امیر خاں عمدۃ الملک عالمگیری کہ از سی سال متجاوز فوجداری پورنیہ داشت بقضائے الٰہی فوت شدہ [مخطوطہ تاریخ علی وردی خاں مہابت جنگ صفحہ ١١٣

[2] پورنیہ گزیٹیر او مالی صفحہ ٢٦ [3] بکانن اکاؤنٹ آف پورنیہ مرتبہ جیکسن صفحہ ٦٨ و صفحہ ٥٠٨

شہید گنج میں پہلی جنگ ہوئی۔ سرمت علی خاں ہار گئے اور ہزاروں مسلمان مارے گئے۔[1] اس کے علاوہ علاقہ بیرنگر عرف دھرم پور وگوندوارہ متعلقہ صوبہ بہار میں چکوار قبیلے کے لوگ بھی رہتے تھے۔ جس کا پیشہ لوٹ مار اور غارتگری تھا۔ مسافروں اور راہگیروں کی جان ومال عزت آبرو ہر وقت خطرے میں تھی۔ راجہ بیر سنگھ اور چکوار قبیلے کے لوگ مغل سامراج کا درد سر بنے ہوئے تھے۔ اسی طرح پورنیہ شہر سے اتر کے علاقے بھی مورنگیوں کے قبضے میں تھا۔ ان کا کام بھی قتل وغارتگری کے سوا کچھ نہ تھا۔ یہ مورنگئے بھی مغل شہنشاہوں کے لئے ایک اہم مسئلہ بنے ہوئے تھے۔ اسی کی روک تھام کے لئے اسفندیار خاں فوجدار پورنیہ کے عہد میں جلال گڑھ کا قلعہ تعمیر ہوا تھا۔[2]

انہیں حالات سے دوچار ہو کر مرشد قلی خاں نے اورنگ زیب عالمگیر سے خواہش ظاہر کی کہ کوئی ایسا طاقتور اور جری آدمی مجھے عنایت کیا جائے جو ایک طرف راجہ بیر سنگھ اور علاقہ بیرنگر کے لٹیروں کو قابو میں لا سکے۔ اور دوسری طرف مورنگ کے حملہ آوروں کو زیر کر کے سلطنت مغلیہ کی توسیع کر سکے۔ اورنگ زیب نے اس مہم کے لئے سیف خاں کا انتخاب کیا۔ مرشد قلی خاں نے دھرم پور اور گوندوارہ کے علاوہ وہ محالات سیف خاں کو جاگیر میں دے دیئے جو سابق فوجداروں کی جاگیر میں رہ چکے تھے اور اس کو قلعہ جلال گڑھ کا کمانڈنٹ اور پورنیہ کا فوجدار مقرر کر دیا۔ مگر ان علاقوں کی جاگیر سے جو آمدنی آتی تھی وہ سیف خاں کے لئے کافی نہ تھی۔ اس نے اورنگ زیب سے شکایت کی۔ اورنگ زیب نے مرشد قلی خاں کو لکھا۔

"میں نے تمہیں ایک شیر ببر کو پنجرے میں بند کر کے دیا ہے اگر اس کو پوری خوراک نہ دو گے تو وہ تمہیں تنگ کرے گا"[3]

---

[1] بکانن اکاؤنٹ آف پورنیہ مرتبہ جیکسن صفحہ ۵۸۔

[2] ریاض السلاطین صفحہ ۴۲ — [3] ریاض السلاطین صفحہ ۲۴۳

مرشد قلی خاں نے اس اشاعے پر کل بقیہ خراج معاف کر دیا۔ اس کے علاوہ کافی مراعات بھی دیئے جن سے فائدہ اٹھا کر سیف خاں پوری دلجمعی کے ساتھ سلطنت کے انتظام اور اس کی توسیع میں لگ گیا۔

بیرنگر پر چڑھائی اس نے بیرنگر پر چڑھائی کی۔ بیر سنگھ بھاگ گیا اور اس کا لڑکا درجن سنگھ مارا گیا اور سیف خاں کی فتح ہوئی۔

ڈبلو۔ ڈبلو ہنٹر لکھتے ہیں کہ سیف خاں نے ۱۷۳۱ء میں کوسی ندی کو پار کیا۔ اور بیرنگر کے راجہ بیر شاہ کو شکست دیکر دھرمپور، گوراری، ناتھ پور اور دھپ ہر کے علاقوں کو پورنیہ میں ملا لیا۔

مرشد قلی خاں اور سیف خاں کے تعلقات مرشد قلی اور سیف خاں کے تعلقات برابر اچھے رہے اور مرشد قلی خاں برابر اس کا حامی اور مددگار رہا اور برابر سیف خاں کو مرشد آباد بلاتا۔ اور اس کی حیثیت کے مطابق آؤ بھگت کرتا رہا۔ مرشد قلی خاں چاہتا تھا کہ اپنی پوتی نفیسہ بیگم کی شادی سیف خاں سے کرے۔ لیکن سیف خاں اپنی عالی نسبی کی وجہ سے رضامند نہ ہوا۔ پھر بھی مرشد قلی خاں کو کوئی رنجش ہونا نہیں پایا جاتا۔

علی وردی خاں مہابت جنگ اور سیف خاں ۱۷۴۰ء میں علی وردی خاں مہابت جنگ نے جب سرکشی کی تو سیف خاں اس امید پر کہ سلطنت کی طرف سے مدد ہوگی، علی وردی کے خلاف جنگ پر آمادہ ہوا۔ مگر جب مرکز کی طرف سے کوئی مدد نہ ہوئی اور مہابت جنگ کا بنگالہ اور بہار پر قبضہ ہو گیا تو نہایت شرمندہ ہوا۔ اور غلطی کو چھپانے کے لئے پاگل بن گیا۔ علی وردی خاں نے سیف خاں کی طاقت اور شاہی دربار سے اس کے تعلق کو مدنظر رکھتے ہوئے اس واقعہ کو نظر انداز کر دیا۔ مگر اس کو مہابت جنگ کی طرف سے ہمیشہ ہمیشہ کھٹکا لگا رہتا تھا۔ آپس کی اس خلش کو دور کرنے کے لئے نواب سیف خاں نے ہمیشہ مہابت جنگ سے دوستی پیدا کرنے کی کوشش کی۔ خط وکتابت اور تحفہ تحائف بھیج کر نیز موقع

به موقع فوجی امداد کر کے مہابت جنگ کے دل کی کدورت دور کرنے کی اس نے کوشش
کی. لیکن ان سب کے باوجود نواب مہابت جنگ کا دل سیف خاں کی طرف سے صاف
نہیں ہوا.

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ نواب مہابت جنگ کو مرہٹوں کے ساتھ جنگ کرنے کا
اتفاق ہوا تو نواب سیف خاں فوجدار پورنیہ نے مہابت جنگ کو خوش کرنے کے لئے اپنی فوج
کے جمعدار شیخ دین محمد پسر مجاہد کو ایک ہزار پانچ سو سواروں کے ساتھ بھیجکر نواب مہابت جنگ
کی مدد کی۔ پورنیہ اور مونگیر کے درمیان سلطان گنج نامی مقام پر شیخ دین محمد کی مرہٹوں کی
ایک کثیر جماعت کے ساتھ لڑائی ہوئی۔ شیخ دین محمد نے مرہٹوں کے ساتھ بڑی بہادری
سے جنگ کی۔ مرہٹوں کی شکست ہوئی۔ روانگی کے وقت شیخ دین محمد کے بارود کا خزانہ
ختم ہو گیا۔ اس کے لئے اس نے مہابت جنگ سے درخواست کی۔ مگر اس نے بہت تھوڑا
سا بارود دیا جس سے دین محمد کو لڑائی لڑنا دشوار ہو گیا۔

مہابت جنگ کا سیف خاں کی دعوت سے انکار

سیر المتاخرین کا بیان ہے کہ شمشیر خاں کی لڑائی
کے بعد جب مہابت جنگ عظیم آباد پٹنہ سے اپنے
دار الحکومت مرشد آباد کی طرف روانہ ہوا تو نواب سیف خاں نے ان کو اپنے دار الحکومت
میں آنے کی دعوت بھیجوائی۔ ان کے شایان شان ضیافت اور تحفہ تحائف کا سامان کیا۔
اور خود ان کے انتظار میں گندہ گولہ (کاڑھا گولہ) میں مقیم رہا۔ مگر نواب مہابت جنگ نے
سیف خاں کی دعوت قبول کرنے سے انکار کر دیا اور تخلیہ میں اپنے دربار کے امراء
و مصاحبین سے کہنے لگا کہ نواب سیف خاں اگرچہ ہفت ہزاری اور عمدۃ الملک
نواب امیر خاں صوبہ دار کابل کا لڑکا ہے۔ مگر پورنیہ کا فوجدار ہے جس طرح نواب
مرشد قلی خاں اور نواب شجاع الدولہ اور نواب علاء الدولہ، سرفراز خاں کے وقت میں ان
لوگوں سے ملاقات کرنے کے لئے ہر سال ایک مرتبہ مرشد آباد آیا کرتا تھا۔ میری ملاقات کے

لئے کبھی مرشد آباد نہیں آیا۔ مہابت جنگ جب تک زندہ رہا سیف خاں کی طرف سے
اس کا دل صاف نہیں ہوا[1] سیف خاں ۱۱۶۲ھ میں وفات پایا[2]

سیف خاں کا کردار اور اس کے کارنامے

سیف خاں بہت شجاع، مدبر اور رعایا پرور فوجدار تھا۔ پورنیہ کی سرحد میں جتنا اضافہ
اس کے زمانے میں ہوا اور کبھی نہ ہو سکا۔ اس نے مورنگ کے سرکش اور لٹیرے قبیلوں کی خبر لی
وہاں کے زمینداروں سے صلح کی۔ اس نے اتھری کا سرحد کو تیس میل آگے تک بڑھا لیا۔ اس نے
مورنگ کے جنگلات کو کٹوایا۔ اور وہاں کی زمینوں کو کھیتی کے قابل بنوایا۔ اس نے بیر نگر کے
راجہ بیر سنگھ کی مملکت کو پورنیہ میں ملا لیا۔ اور اس میں مزید اضافے بھی کئے۔ اس کی محنت
تدبر اور حکمت عملی سے پورنیہ کو ایک خاص مقام حاصل ہوا۔ اس کے وقت میں پورنیہ کی سالانہ
آمدنی چھ لاکھ سے ۱۸ لاکھ تک پہونچ گئی۔ وہ اپنی فوج کو آدھی تنخواہ نقد ادا کرتا تھا اور آدھی
تنخواہ جنس کی صورت میں دیتا تھا۔ مسٹر ڈوکیرل پورنیہ کے پہلے کلکٹر اور سپروائزر جنہوں نے
پورنیہ کے آخری فوجدار محمد علی خاں بہادر سے چارج لیا سیف خاں کے حسن انتظام اور حسن تدبیر
کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ سیف خاں کے عہد میں پورنیہ کے کاشت اور اقتصادی
حالت میں بے حد ترقی ہوئی انہی کے حسن تدبیر کی بدولت پورنیہ جو جنگلات سے بھرا تھا اور
قلت آبادی کا شکار تھا ایک خوش حال اور قیمتی مملکت بن گیا انہوں نے مختلف جگہوں سے
کاشتکاروں کو لاکر بسایا اور بڑی جانفشانی سے کام لیا[3]

فصلی اور بنگالی سنہ کا رواج

سیف خاں نے ۱۷۳۱ء میں جب کوسی ندی سے پچھم کے علاقے فتح
کر لئے اور اس میں اضافے بھی کئے تو اس نے ان علاقوں میں فصلی
سنہ کی ایجاد کی۔ اور کوسی سے پورب کے علاقوں میں بنگالی سن ایجاد کیا۔ پرگنہ دھرم پور ہراوت،

---

۱ سیر المتاخرین انگریزی ترجمہ جلد اول صفحہ ۳۵۷ جلد دوم صفحہ ۲۸-۴۰

۲ تاریخ علی وردی خاں مخطوطہ مذکور ورق ۱۱۳ ۳ پٹنہ گزیٹیئر آف دی کنٹرولنگ کاؤنسل آف ریوینیو مرشد آباد، دولیوم ۸ - مورخہ ۳۰ دسمبر ۱۷۷۱ء پورنیہ خط ۵۲۳

دھپ ہر، اور پرگنہ چھے میں اس نے فصلی سنہ جاری کیا۔ اور بنگالی محالوں میں بنگلہ سنہ کو رائج دیا۔[1]

سیف خاں کی یادگاریں سیف گنج کیٹھار اسی کی یادگار ہے۔ فاربس گنج کے اطراف میں سیف گنج پرواہا نامی مقام بھی سیف خاں ہی کے نام پر ہے۔ پورنیہ سیٹی کے محلہ کبوتلاپور میں ایک مسجد ہے جو سیف خانی مسجد کہلاتی ہے۔ مولانا یوسف رشیدی ہری پوری پورنوی مؤلف احسن التواریخ کا بیان ہے کہ یہ مسجد اسی سیف خاں کی بنوائی ہوئی ہے۔[2]

سیف خاں کا مولانا سید محمد علی اورنگ آبادی کو پورنیہ بلانا

مولانا سید محمد علی اورنگ آبادی اپنے بنگالے کے سفر کے دوران میں محمد حامد سمکی کی درخواست پر جب ہنگلی تشریف لائے اور وہاں قیام کیا تو سیف خاں نے انہیں پورنیہ آنے کی دعوت دی۔ انہوں نے دعوت قبول کی اور سیف خاں کے دربار میں چندے قیام فرمایا۔ اور یہاں سے عظیم آباد ہوتے ہوئے لکھنؤ اور شاہ جہاں آباد تشریف لے گئے۔[3]

بیعت سیر المتاخرین سے پتہ چلتا ہے کہ سیف خاں فوجدار پورنیہ، شاہ مصطفٰے اقلی سے بیعت تھے اور شکر اللہ قادری ان کے پیر بھائی تھے۔[4]

فخر الدین حسین خاں عرف نواب بہادر

نواب سیف خاں کے مرنے پر اس کا بڑا لڑکا فخر الدین حسین خاں عرف نواب بہادر اس کا

---

[1] بنگال ڈسٹرکٹ گیزیٹیر پورنیہ مؤلفہ اومالی ص ۱۲۹ [2] راقم نے اپنے مقالہ غیر مطبوعہ بعنوان "قدیم پورنیہ شہر کی قدیم مسجدیں" میں اس مسجد کی تفصیل درج کی ہے۔ اس مسجد کی چہار دیواری پختہ ہے اور سامنے پورب چہار دیواری کے اندر کئی مزارات پختہ ہیں۔ ہوسکتا ہے ان میں سے کوئی مزار سیف خاں کا ہو۔ مگر کوئی کتبہ نہ تو مسجد میں ہے اور نہ مزارات میں۔ لہٰذا کوئی قطعی بات نہیں کہی جا سکتی۔ (الکمل)

[3] سیر المتاخرین اردو ترجمہ جلد دوم ص ۲۶۵

[4] " " " ص ۲۷۷

جانشین ہوا۔ نواب علی وردی خاں نے اس کی شادی نواب سعید احمد خاں صولت جنگ کی لڑکی سے کردی تھی۔ مگر شادی کے چوتھے دن ہی لڑکی مر گئی۔ باپ کے مرنے پر نواب بہادر اپنے باپ کی کل جائداد و املاک پر قابض ہوگیا۔ اور اپنے بھائیوں کو محروم کردیا بلکہ ان کے پاس جو کچھ تھا چھین لیا یہ نہایت بزدل اور نکما تھا۔ جب نواب علی وردی خاں کو اس کی ظالمانہ حرکتوں کا علم ہوا تو اس نے اپنے بھتیجے اور داماد نواب سعید احمد خاں بہادر صولت جنگ کو پورنیہ کا فوجدار مقرر کیا۔ فخر الدین حسین خاں اور صولت جنگ کا باقی احوال آگے آئے گا۔

نواب صولت جنگ

نواب صولت جنگ کا اصل نام مرزا محمد سعید اور خطاب نصیر الملک نہام الدولہ نواب سعید احمد خاں بہادر صولت جنگ ہے۔

سلسلہ نسب و خاندانی حالات مرزا محمد بکاول اعظم شاہ خلف اورنگ زیب عالمگیر کے دو لڑکے تھے۔ ایک کا نام حاجی احمد تھا دوسرے کا نام مرزا بندی یا محمد علی تھا جو بعد میں علی وردی خاں مشہور ہوا۔ حاجی احمد بڑا تھا اور مرزا بندی (علی وردی خاں) چھوٹا۔ جب مرزا محمد مر گیا تو حاجی احمد محمد اعظم شاہ پسر اورنگ زیب کے دربار میں بکاولی اور جواہر خانہ کی داروغگی کے منصب پر سرفراز ہوا۔ اعظم شاہ کے قتل کے بعد جب دلی میں گڑبڑ مچی تو یہ دونوں بھائی دہلی سے دکھن کی طرف روانہ ہوئے اور وہاں سے اڑیسہ آگئے۔ اور شجاع الدولہ (شجاع الدین محمد خاں) نائب ناظم اڑیسہ کی رفاقت میں رہنے لگے۔ جب شجاع الدولہ کو نظامت صوبہ بنگالہ ملی تو اس حاجی احمد کو مشیر تدبیر اور ندیم خاص بنا لیا۔ اور مرزا بندی کو علی وردی کا خطاب دیکر چکلہ اکبر نگر کی فوجداری عطا کی۔[1]

حاجی احمد کے چار لڑکیاں اور تین لڑکے تھے۔ ایک مرزا محمد[2] المخاطب نوازش خاں

---

[1] ریاض السلاطین ص ۲۹۳ - ۲۹۴ [2] ریاض السلاطین میں محمد رضا لکھا ہے۔

بہادر شہامت جنگ دوسرا مرزا محمد سعید المخاطب بہ نواب سعید احمد خاں بہادر صولت جنگ۔ تیسرا مرزا محمد ہاشم الملقب بہ زین الدین احمد خاں ہیبت جنگ[1]۔ مرزا محمد یا محمد رضا بڑا، مرزا محمد سعید منجھلا، اور مرزا محمد ہاشم چھوٹا لڑکا تھا۔

فوجداری رنگ پور بعہد شجاع الدولہ اسد جنگ

۱۱۴۳ھ تا ۱۱۵۲ھ ——— ۱۷۳۱ء تا ۱۷۳۹ء

شجاع الدولہ نے محمد رضا یا مرزا محمد کو بجوترۂ مرشد آباد کی داروغگی عطا کی۔ مرزا محمد سعید (صولت جنگ) کو رنگ پور کی فوجداری کے منصب پر سرفراز کیا۔ اور مرزا محمد ہاشم کو ہاشم علی خاں کے خطاب سے نوازا۔

تسخیر کوچ بہار و دیناج پور بعہد علاء الدولہ سرفراز خاں

ریاض السلاطین سے ظاہر ہوتا ہے کہ علاء الدولہ سرفراز خاں پسر شجاع الدین محمد خاں کی نیابت میں صولت جنگ کو رنگپور کے علاوہ چکلہ گھوڑا گھاٹ اور کوچ بہار کی فوجداری بھی حاصل تھی۔ اور اپنے عہد فوجداری میں اس نے کافی جور و ظلم ڈھا کر روپے اکٹھے کئے تھے اور فوج طلب کر کے راجہ کوچ بہار اور راجہ دیناج پور پر فوج کشی کی تھی۔ اور فتح بھی کر لیا تھا۔ یہ راجے سخت مغرور ہو گئے تھے اور ناظم بنگالہ کی اطاعت سے روگردانی کرتے تھے۔ اس جنگ میں صولت جنگ کو کافی دولت بھی ہاتھ آئی تھی اور کوچ بہار کی فتح بھی اسلئے حاجی احمد اور علاء الدولہ سرفراز خاں کی سفارش کے سبب سے خان بہادر کا خطاب بھی پایا تھا[2]۔ حاجی احمد صولت جنگ کے باپ نے جو علاء الدولہ سرفراز خاں کے معتمدین خاص سے تھا جب سرفراز خاں کے خلاف خفیہ کاروائیاں شروع کیں تو ان میں صولت جنگ کا بھی ہاتھ تھا[3]۔

---

[1] مظفر نامہ قلمی مؤلفہ کرم علی خاں مملوکہ پٹنہ یونیورسٹی مخطوطہ ۱۷۶
[2] ریاض السلاطین ص ۳۰۴-۳۰۵ [3] سیر المتاخرین اردو ترجمہ جلد ۲ ص ۱۱۵

خطاب مہام الدولہ صولت جنگ

جب مہابت جنگ نے ۱۱۵۳ھ (۱۷۴۰ء) میں سرفراز خاں پر فتح حاصل کی تو سعید احمد خاں صولت جنگ کو جو سرفراز خاں کے تحت رنگ پور وغیرہ کا فوجدار تھا اس کے عہدے پر قائم رکھا اور مہام الدولہ صولت جنگ کا خطاب دیا[1]۔

علی وردی خاں مہابت جنگ نے جب مرشد قلی رستم جنگ (داماد شجاع الدین محمد خاں ناظم بنگال و بہار، اڑیسہ) پر جو اڑیسہ پر قابض تھا فوج کشی کی۔ تو صولت جنگ کو بھی ساتھ لے گیا تھا۔ اس نے بعد فتح ایک ماہ اڑیسہ میں رہ کر وہاں کے نظم و نسق کو درست کیا اور صولت جنگ کو اڑیسہ کا صوبیدار بنا دیا۔ اور مہام الدولہ نصیر الملک سعید احمد خاں بہادر صولت جنگ کا خطاب دیا[2]۔

اڑیسہ کی نظامت

۱۱۵۴ھ (۱۷۴۱ء)

جب علی وردی خاں نے صوبہ اڑیسہ پر قبضہ پایا اور اس کے نظم و نسق سے فارغ ہوا تو صولت جنگ کو ۱۷۴۱ء (۱۱۵۱ھ) میں نصیر الملک سعید احمد خاں بہادر صولت جنگ کا خطاب و صوبہ اڑیسہ کی نظامت عطا کی اور اس کی رفاقت کے لئے ایک عمدہ اور جہاں دیدہ سردار حسن بیگ خاں کو مقرر کیا۔ ریاض السلاطین میں ہے کہ گوجر خاں جمعدار کو بھی تین ہزار سوار اور چار ہزار پیادہ کے ساتھ صولت جنگ کی رفاقت میں کمک پر چھوڑ دیا[3] اور صولت جنگ کو ہدایت کر دیا کہ اس کے مشورے کے بغیر کوئی اقدام نہ کرے[4] لیکن صولت جنگ

---

[1] سیر المتاخرین اردو ترجمہ جلد ۲ ص ۱۲۱ [2] ریاض السلاطین ص ۳۴۳ سیر المتاخرین اردو ترجمہ ج ۲ ص ۱۲۵
[3] ریاض السلاطین ص ۳۴۴ و تاریخ علی وردی خاں قلمی ص ۲۶
[4] مظفر نامہ قلمی مخطوطات ۱۷۶ پٹنہ یونیورسٹی لائبریری ورق ۱۷

نے علی وردی خاں کی ہدایت کو فراموش کر دیا۔ اور مرشد قلی خاں کے وقت کے لشکر و سپاہ کو اپنی بداطواری اور نازیبا سلوک کی بناء پر اپنا دشمن بنا لیا۔[۱] کم تنخواہوں پر مقامی افسران کو بحال کیا اور پرانے اور تجربہ کار اور قابل اعتماد ملازموں کو برطرف کرنے لگا۔ اور شیخ یحییٰ نامی درویش جو دہلی میں اس کا ہم سبق رہ چکا تھا۔ بُری صحبت میں پڑ کر طاؤس و رباب کی مجلسیں سجانے لگا۔ ایک سال تک تو صولت جنگ نے بڑی اطمینان سے گزار لیا۔ مگر اس کی حرکتوں سے عوام میں بیزاری اور بددلی پیدا ہو گئی۔ اس کے اپنے ہی خواہوں نے اس کا ساتھ چھوڑ دیا اور اس کے خلاف سازشیں ہونے لگیں اور جس کا سرگروہ باقر علی خاں تھا۔[۲]

باقر علی خاں کی خفیہ کارروائیاں

باقر علی خاں (داماد مرشد قلی خاں) نے مرشد قلی خاں کے بعد خفیہ کارروائیاں شروع کیں اور کچھ لوگوں کو ملا کر اڑیسہ پر حملہ آور ہونے کے منصوبے گانٹھنے لگا، اور صولت جنگ کے دربار کے ملازمین اور اہلکاروں کو بھی اس سازش میں شریک کر لیا۔ ادھر صولت جنگ کا یہ حال تھا کہ حکومت کے کاموں سے غافل ہو کر قلعہ اور ملک کے اختیارات اپنے غیر معتبر اور پست فطرت آدمیوں کے حوالہ کر دیا تھا اور خود عیش و عشرت میں مشغول ہو گیا اور حسن جنگ خاں کے مشوروں اور ہدایتوں کو درخور اعتنا نہ سمجھتا تھا۔ موقع دشمنوں کے لئے غنیمت تھا۔ لہٰذا انہوں نے حسن جنگ خاں کو اپنی راہ کا روڑا سمجھ کر قدم رسول کے قریب بے دردی سے مار ڈالا۔ اور نواب صولت جنگ کو مع اہل و عیال قلعہ بارہ بھاٹی میں مقید و محبوس کر لیا۔ اور ایک خط باقر علی خاں کو بھی لکھ کر اپنی حرکتوں کی خبر دیدی۔ باقر علی خاں خبر پاتے ہی اڑیسہ آ گیا۔ صولت جنگ کے دشمنوں نے اسے مسند نظامت پر بٹھلایا اور لشکر کشی کر دی اور میدنی پور و ہجلی تک قابض ہو گئے اور باقر علی خاں نے چاہا کہ صولت جنگ کا کام تمام کر دے مگر اس کی بیوی نے اسے اس فعل سے باز رکھا۔[۳]

---

[۱] ریاض السلاطین ص ۳۳۳ [۲] سیر المتاخرین اردو ترجمہ ج ۲ ص ۱۲۸-۱۲۷

[۳] مظفر نامہ مذکورہ ورق (۱۷) و ریاض السلاطین ص ۳۳۴

علی وردی خاں کا عازمِ کٹک ہونا

علی وردی خاں کو جب یہ خبر معلوم ہوئی تو سخت پریشان ہوا اور باوجودیکہ برسات کا موسم تھا۔ نواب شہامت جنگ کو جہانگیر نگر سے طلب کر کے اپنی نیابت میں چھوڑ کر ۱۱۵۴ھ میں کٹک کو روانہ کیا۔[۱] تاریخ علی وردی خاں مہابت جنگ میں مذکور ہے کہ کٹک کی مہم پر خود مہابت جنگ نہ جاتا۔ مگر اس خیال سے کہ باقر خاں کو نظام الملک آصف خاں کی امداد و اعانت حاصل ہوئی ہوگی۔ بیس ہزار سوار اور تیس ہزار پیادہ کے ہمراہ عازم کٹک ہوا۔ جب کٹک سے دو تین منزل قریب پہنچا تو معلوم ہوا کہ باقر علی خاں فرار ہو گیا۔ اور صولت جنگ کو رتھ کی سواری پر بٹھا کر چند پیادے جنہیں تلنگہ کہتے ہیں۔ رتھ کی محافظت کیلئے مقرر کر دیئے ہیں تاکہ جیسے ہی فوج آ جائے۔ صولت جنگ کا کام تمام کر دے ادھر علی بستان کا حکم ہوا کہ مصطفیٰ خاں اور عمر خاں سبقت کریں اور صولت جنگ کو نکال لائیں، محمد امین خاں علی وردی خاں کا چھوٹا بھائی بھی روانہ ہوا اور دشمن پر ٹوٹ پڑا۔

باقر علی خاں کا فرار اور صولت جنگ کی رہائی

باقر علی خاں فرار ہو گیا اور وہ پیادے جو رتھ کی دیکھ بھال پر متعین تھے چند الٹے سیدھے نیزے رتھ پر مار کر صولت جنگ کو مردہ سمجھ کر بھاگ گئے، کچھ مارے بھی گئے۔ مصطفیٰ خاں نے صولت جنگ کو رتھ سے نکالا اور محمد امین خاں کے حوالہ کر دیا اور خود باقر علی خاں کا تعاقب کرنے لگا مگر وہ نہ ملا۔ علی وردی خاں چند دن کٹک میں مقیم رہا اور مخلص علی خاں داماد حاجی احمد کو نائب صوبہ دار بنا دیا۔ اور وہاں سے روانہ ہو گیا۔[۲]

صولت جنگ کا والدین کی قدمبوسی کیلئے جانا

بالیسر بندر پہنچا تو خبر ملی کہ مرہٹہ کی فوج آ گئی اور مخلص علی خاں تیاری کر رہا ہے یہ خبر پاتے ہی شیخ معصوم کو

---

[۱] مخطوطہ تاریخ علی وردی خاں ورق ۲۸ مملوکہ پٹنہ یونیورسٹی و سیر المتاخرین اردو ترجمہ ج ۲ ص ۱۳۰-۱۲۹

[۲] مظفر نامہ قلمی مذکور۔

ملک کی سالاری اور راجہ دولت رام پسر جانکی رام کو اڑیسہ کی صوبہ داری عطا فرمائی۔ اور خود دارالسلطنت کی راہ لی۔ جب مدنی پور پہنچے تو نواب صولت جنگ کو والدین کی قدمبوسی کے لیئے اجازت عطا کی اور خود مرہٹہ کی خبر لینے کے لئے چل پڑا۔ جب فوجیں چکلہ بردوان پہونچیں تو مرہٹہ کی فوجوں نے تمام شاہی لشکر کا محاصرہ کر لیا اور اس طرح ان کا آگ پانی بند کر دیا کہ دو تین دن تک فوجوں کو بیس روپے سیر بھی کھانے کی چیز میسر نہ آئی۔[1]

نواب صولت جنگ اور ہگلی کی فوجداری

نواب علی وردی خاں نے نواب صولت جنگ کو صوبہ کٹک کی برہم خوردگی کے بعد ہوگلی کی فوجداری عطا کی۔

"نواب صولت جنگ بعد برہم خوردگی صوبہ کٹک علاقہ عمدہ نداشت مخارجش کفاف ہمہ اخل نمی کرد۔ نواب معلی القاب فوجداری ہوگلی باسم مشارٌ الیہ مقرر فرمود"[2]

رگھوجی کی پیش قدمی اور صولت جنگ کا شریک جنگ ہونا

سنہ ۱۱۵۶ھ (سنہ ۱۷۴۳ء)

سنہ ۱۱۵۶ھ (سنہ ۱۷۴۳ء) میں جب رگھوجی اپنے سرداروں کے قتل ہونے پر کم و بیش لاکھوں سواروں کے ساتھ بنگالہ کی جانب بڑھا اور بالاجی راؤ مرہٹہ نے بھی ستر ہزار سواروں کے ہمراہ پیش قدمی کی تو علی وردی خاں نے نواب زین الدین احمد خاں ہیبت جنگ کو صوبہ عظیم آباد اور نواب سعید احمد خاں صولت جنگ کو ہوگلی سے طلب فرمایا تھا۔[3]

---

[1] مظفر نامہ مخطوط مذکور ورق ۱۸ پشت

[2] احوال مہابت جنگ صفحہ ۹۰ سیر المتاخرین اردو ترجمہ ج ۲ ص ۱۵۹

[3] مظفر نامہ قلمی مذکور ورق ۲۲ پشت

جنگ محب علی پور (ضلع عظیم آباد پٹنہ) سنہ ۱۱۵۹ھ (سنہ ۱۷۴۵ء) میں صولت جنگ کی شرکت

جب مصطفےٰ خاں مارا گیا اس کا لڑکا مرتضیٰ خاں سہسرام بھاگ گیا اور رگھوجی بھونسلہ نے اس کی مدد کی اور بیس ہزار فوج لیکر لوٹ مار کرتا ہوا آگے بڑھا اور پٹھانوں کو رہا کر دیا تو مہابت جنگ نے علاوہ سراج الدولہ (نواسہ) میر جعفر خاں (بہنوئی) شمشیر خاں و سردار خاں سرداروں کے مرشد آباد سے سعید احمد خاں صولت جنگ (داماد) کو بھی طلب کیا تھا۔ اور محب علی پور کی جنگ میں صولت جنگ بھی شریک تھا۔

شمشیر خاں اور سردار خاں کی لشکر کشی اور صولت جنگ سنہ ۱۱۶۱ھ (سنہ ۱۷۴۸ء)

شمشیر خاں اور سردار خاں کی لشکر کشی کے بیان میں صولت جنگ کا ذکر اس طرح ہے

"جناب عالی (علی وردی خاں) با دبدبہ و کوکبۂ تمام کہ نعیر کرنا و خروش کوس چوبی امواج دریا ازاں عرصۂ قیامت اثر راہ بیروں شدن نمی یافت برائے مقابلہ و مقاتلہ بہ ترتیب فوج کہ مخصوص صاحبان اولی العزم است پرداختند۔ نواب صولت جنگ را با فوج شائستہ دست چپ خود را و در ہراولی ایشاں فقیر اللہ بیگ خاں بخشی و حیدر علی خاں داروغہ توپخانہ دستی مقرر فرمودند و دست چپ ایں ہمہ افواج میر محمد جعفر خاں بخشی و راجہ سندر سنگھ تقرر یافتند و در ہراولی خود رحیم خاں و دوست محمد خاں و عمر خاں را سرفرازی بخشیدند[1]

عظیم آباد کی نظامت کا مسئلہ اور سراج الدولہ کی برہمی

سنہ ۱۱۶۱ھ تا ۱۱۶۴ھ (سنہ ۱۷۴۸-۵۱ء)

سنہ ۱۱۶۱ھ یا (سنہ ۱۷۴۸ء) میں نواب ہیبت جنگ کو پٹھانوں نے قتل کر دیا۔ علی وردی خاں نے پٹھانوں کو شکست دی۔ جب خلفشار ختم ہوا۔ اور معرکہ

---

[1] مظفر نامہ قلمی ورق ۳۵

کاروبار سے قدرے فرصت ملی۔ اور شہر و صوبہ میں امن قائم ہوگیا تو علی وردی خاں مہابت جنگ سید احمد خاں صولت جنگ کو اپنا نائب مقرر کرکے حاجی پور کی طرف شیر و شکار کی غرض سے گیا۔[1] احوال مہابت جنگ سے معلوم ہوتا ہے کہ مہابت جنگ نے صولت جنگ سے عظیم آباد کی نظامت کا وعدہ کر لیا تھا۔

سراج الدولہ شہر میں موجود تھا، صولت جنگ کی نیابت اس کے ناگوار خاطر ہوئی اس نے ایسی حرکتیں شروع کر دیں جو اس کے شایانِ شان نہ تھیں۔ ادھر نواب صولت جنگ نے صوبہ داری ملنے کی توقع پر اپنے اعزہ مہدی نثار خاں اور ہدایت علی خاں کے خادم حسین خاں و عرب خاں کے بیٹوں وغیرہ کو اپنا رفیق بنا لیا تھا، اور اپنے اخراجات بڑھا دیئے تھے۔ سراج الدولہ کو علی وردی خاں کی اہلیہ نے سکھا دیا کہ خاص و عام سب کے پاس کہتا پھرے کہ اگر صوبہ بہار صولت جنگ کو دیا گیا تو خودکشی کر لوں گا۔[2]

مہابت جنگ کی کشمکش

مہابت جنگ سیر و شکار سے عظیم آباد لوٹا تو سارا حال معلوم کرکے سخت کشمکش میں پڑ گیا، مگر ایک تو خود اس کی اہلیہ اس معاملے سے دلچسپی لے رہی تھی اور سراج الدولہ کو عظیم آباد کی صوبہ داری دلوانے پر مُصر تھی، دوسرے مہابت جنگ سراج الدولہ سے بہت محبت کرتا تھا۔

عظیم آباد کی صوبہ داری کے لئے سراج الدولہ کی نامزدگی

مجبور ہو کر عظیم آباد کی صوبہ داری کے لئے سراج الدولہ کو نامزد کیا اور اپنے قدیم وفادار ملازم راجہ جانکی رام کو مرشد آباد سے بلوا کر نائب مقرر کیا اور خلعت نیابت نوبت، پالکی جھالردار وغیرہ عطا کیا۔[3]

صولت جنگ پر ردِ عمل

صولت جنگ کو اس بات کا اتنا ملال ہوا کہ اس نے

۱؎ سیر المتاخرین جلد ۲، صفحہ ۲۰۹ ۲؎ ۳؎ احوال مہابت جنگ مذکور (۱۱۱)

چند دن تک دربار آنا جانا چھوڑ دیا اور ترکِ وطن کرکے شاہ جہاں آباد چلے جانے کو آمادہ ہوا۔ نواب علی وردی خاں مہابت جنگ نے اس کی دلداری کی اور خود اس کے گھر گیا اور اس کو سمجھا بجھا کر اپنے ساتھ ماہ ذیقعدہ ۱۱۶۱ھ کے آخر میں مرشد آباد لے گیا۔[1]

پورنیہ کی فوجداری ۱۱۶۱ھ

مرشد آباد واپس جانے پر علی وردی خاں نے فوجدار پورنیہ نواب سیف خاں پسر امیر خاں عمدۃ الملک عالمگیری کے مرنے پر جو تیس سال سے زیادہ عرصہ سے پورنیہ کا فوجدار تھا اس کے بیٹے فخر الدین حسین خاں کے بدلے صولت جنگ کو پورنیہ کا فوجدار مقرر کیا۔[2]

فخر الدین حسین خاں نواب بہادر پسر سیف خاں فوجدار پورنیہ اور صولت جنگ

جب نواب علی وردی خاں مہابت جنگ نے سیف خاں فوجدار پورنیہ کی وفات پر اپنے بھتیجے اور داماد نواب سید احمد خاں صولت جنگ کو پورنیہ کا فوجدار مقرر کیا۔ نواب صولت جنگ نے پورنیہ کی روانگی کے پہلے خادم حسین خاں کو تھوڑی سی فوج دیکر اپنا مقدمۃ الجیش بنا کر پورنیہ کی طرف بھیجا اور خود بھی اسی سال ماہ ربیع الاول کے آخر میں تین ہزار سوار اور چار ہزار پیادہ کے ہمراہ روانہ ہوا۔

فخر الدین خاں پسر سیف خاں کو جب یہ معلوم ہوا تو سخت پریشان ہوا اور ایک عریضہ مہابت جنگ کو بھیجکر اپنی نیازمندی و اطاعت کا اظہار کیا، نواب علی وردی خاں نے اسے اطمینان دلایا۔ فخر الدین حسین خاں نے اپنی کوتاہ اندیشی اور کج فہمی سے مہابت جنگ کی تحریر کا اعتبار کر لیا۔ اور ملاقات کی غرض سے مرشد آباد روانہ

۱؎ سیر المتاخرین جلد ۲ صفحہ ۲۰۹ ۲؎ سیر المتاخرین جلد ۲ صفحہ ۲۱۳

ہوا۔ انھیں راہ میں نواب صولت جنگ کا سامنا ہو گیا۔ نواب صولت جنگ نے شوکت جنگ کو فخرالدین حسین کے باپ سیف خاں کی تعزیت کیلئے بھیجا۔ فخرالدین حسین خاں دوسرے دن صولت جنگ سے مل کر پھر عازم مرشد آباد ہوا۔

مہابت جنگ نے اس کا آؤ بھگت کیا اور کوئی امر ایسا ظاہر ہونے نہ دیا جو اس کی بے اطمینانی کا سبب ہوتا لیکن جب اسے معلوم ہوا کہ بنگال کی فوج میں بغاوت رونما ہوئی ہے اور مرہٹے حملہ آور ہو رہے ہیں تو نواب فخرالدین حسین متوحش اور پریشان ہو کر بھاگ کھڑا ہوا اور اپنی فوج سے آملا جو مہانندہ کے کنارے تھی۔ اور مع افواج و سامان عازم پورنیہ ہوا۔

جب صولت جنگ کو نواب بہادر فخرالدین حسین کا ارادہ معلوم ہوا تو اس نے بھی اپنی فوج اور جملہ سر و سامان کے ساتھ پورنیہ سے دو تین منزل کے فاصلہ پر پڑاؤ ڈال دیا۔ فخرالدین حسین سخت خائف ہوا اور مالدہ چلا گیا۔ اب اس کی بزدلی اور نااہلی کا پردہ فاش ہو چکا تھا اس لئے اس کی فوج نے اس کا ساتھ چھوڑ دیا۔ یہاں تک کہ علی وردی خاں نے نواب بہادر فخرالدین حسین خاں کے مال و منال اور اسباب سب کو ضبط کر لیا۔ اور اس کو نظر بند کر دیا۔ ایک موقع پا کر مرہٹوں کی مدد سے دہلی بھاگ گیا اور وہیں اُس نے انتقال کیا [1]

صولت جنگ اور سیّد محمد جلیل راجہ کھگڑا (ضلع پورنیہ) میں جنگ

سیر المتاخرین میں ہے کہ صولت جنگ فوجدار پورنیہ اور کھگڑا کے راجہ سید محمد جلیل میں مالگذاری کی طلب پر لڑائی ہوئی اور صولت جنگ نے راجہ سید

[1] سیر المتاخرین اردو ترجمہ جلد دوم صـ ۲۱۳

محمد جلیل کو قید کر لیا اور قلعہ جلال گڑھ پر قابض ہو کر اس کے سارے مال و متاع کو ضبط کر لیا۔ اور سید محمد جلیل قید ہی کی حالت میں مر گیا۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ سیف خاں جب پورنیہ کا فوجدار مقرر ہوا تو قلعہ جلال گڑھ بھی ان کے چارج میں دے دیا گیا اور اس سے متعلقہ جاگیر وغیرہ بھی اس کو دی گئی۔ صولت جنگ کو جب پورنیہ کی فوجداری ملی تو وہ مالگذاری کا طالب ہوا۔ مگر سید محمد جلیل کھگڑا نے انکار کیا اور الٹا ان رقومات کا طالب ہوا جو حافظ رحمت خاں نے نواب سیف خاں کے خزانے میں داخل کئے تھے۔

سیّد محمد جلیل کی قید اور موت اسی وجہ سے صولت جنگ نے چڑھائی کی اور سید محمد جلیل اور اس کے لڑکوں کو قید کر لیا۔ سیّد محمد جلیل اسی حالت میں مر گیا اور اس کے دونوں لڑکے ادائے مال گذاری کے وعدے پر رہا کر دیئے گئے۔ [2]

صولت جنگ کی سیرت عنفوان شباب میں صولت جنگ کا میلان لہو لعب اور عیش و عشرت کی طرف پایا جاتا ہے۔ لیکن کٹک کی جنگ کے بعد وہ بالکل

[1] کھگڑا کشن گنج شہر دسب ڈویزن کشن گنج ضلع پورنیہ بہار کا صدر مقام) سے متصل دکھن اور پچھم ہے اور اب کشنگنج میونسپلٹی کا حصہ ہے یہ مقام عرصہ تک راجگان کھگڑا کا پایۂ تخت رہا ہے۔ کھگڑا اسٹیٹ کے راجگان کے مورث اعلیٰ سید خان دستور ایرانی تھے۔ اور شیر شاہ اور ہمایوں میں بنگالہ میں جو جنگ ہوئی تھی اس میں عسکری امداد کے سبب سے ہمایوں نے ۹۶۲ھ (۱۵۴۵ء) میں ان کو پرگنہ سور جاپور کی زمینداری اور قانون گو کا خطاب عطا کیا گیا تھا ۱۰۲۰ھ میں اسی اسٹیٹ کے سید جلال خاں کو جہانگیر نے راجہ سید جلال الدین محمد خاں بہادر کا خطاب دیا تھا۔ اسفندیار خاں فوجدار پورنیہ کے عہد میں انہیں کے حکم سے جلال خاں نے قلعہ جلال گڈھ تعمیر کیا تھا جس کا مقصد مورنگیوں کے حملے کو روکنا تھا۔ یہ قلعہ پورنیہ شہر سے تیرہ میل اُتر ہے۔ جلال خاں کے بعد سید راجہ اور پھر یکے بعد دیگرے کئی راجے ہوئے۔ سید محمد جلیل انہی راجگان میں سے ایک تھے۔ اس خاندان کی تاریخ اور کرسی ناموں سے پتہ چلتا ہے کہ چونکہ جلال گڈھ کا قلعہ ان کے خاندان کا تعمیر کردہ تھا۔ راجہ سید محمد جلیل نے مالگذاری دینے سے انکار کیا اس پر جنگ ہوئی۔ (الکل) [2] سیر المتاخرین اردو ترجمہ ج ۲ صـ ۲۴۶

بدلا ہوا نظر آتا ہے۔ اور پورنیہ کی فوجداری کے زمانہ میں تو ایک بااصول انسان ایک عادل حکمراں اور کامیاب فوجدار ہونے کا ثبوت دیتا ہے۔ غلام حسین صاحب سیر المتاخرین جو سات سال کے طویل عرصہ تک پورنیہ میں رہے۔ اور پرگنہ سری پور کی زمینداری بھی صولت جنگ نے اس کو عطا کی تھی[۱] اور صولت جنگ کے مقربین خاص میں تھے اور جنہوں نے صولت جنگ کی زندگی کو نزدیک سے دیکھا ہے، لکھتے ہیں:-

معمولات " صولت جنگ سحر خیز تھا۔ سورج نکلنے سے ایک گھنٹہ قبل بیدار ہو جاتا۔ حوائج ضروریہ سے فراغت کے بعد نماز ادا کرتا، وہ صوم و صلوٰۃ کا سختی سے پابند تھا۔ نماز کے بعد دربار میں آبیٹھتا تھا۔ ہفتہ میں دو بار دربار عام کرتا اور اس میں ہر خاص و عام کی شکایتیں سنتا۔ صرف جمعہ کے دن تعطیل مناتا تھا۔ ورنہ دوسرے دنوں میں پابندی کے ساتھ اپنے فرائض اور معمولات کی ادائیگی میں مشغول پایا جاتا۔

کام کا طریقہ اس کے کام کا طریقہ یہ تھا کہ وہ ایک کمرۂ خاص میں بیٹھتا تھا، جہاں زنانہ کی بوڑھی عورتوں اور معتمد خواجہ سراؤں کے علاوہ کسی متنفس کو اذن باریابی نہ تھی۔ جملہ درباری، مختلف شعبہ جات کے افسران اعلیٰ اور سکریٹری آفس کے باہر ہوتے اور جن جن کاغذات پر اس کے دستخط کی ضرورت ہوتی خواجہ سراؤں کے ذریعہ اس کے حضور میں پیش کرتے، وہ ان کاغذات کو خاموشی کے ساتھ ملاحظہ کرتا۔ اور ان پر حکم صادر کرنے کے بعد انہیں نقل نویسوں کے پاس بھجوا دیتا جہاں ان کی نقل ہوتی، پھر وہ لوالی مہرداروں کے پاس چلے جاتے جہاں مہر ہوجانے کے بعد انہیں داروغہ کے حوالے کر دیا جاتا، جو اپنے ہرکاروں کے ذریعہ اشخاص متعلقہ کے پاس بھجوا دیا کرتا تھا۔

---

[۱] سیر المتاخرین اردو ترجمہ ج ۲ ص ۲۴۶

علمی ادبی مذاکرے وہ دس بجے دن کو کھانا کھاتا تھا، اپنے دوستوں کو بھی چیدہ چیدہ کھانے بھیجتا۔ قیلولہ کے بعد ظہر کی نماز ادا کرتا، قرآن پاک کی تلاوت کرتا، پھر تین بجے مجلس عام میں رونق افروز ہو کر علما، و فضلائے دربار کے ساتھ جس میں ملا غلام یحیٰ بہاری، مفتی ضیاء اللہ، میر وحید، مولوی لعل محمد، شیخ ہدایت اللہ سید عبد الہادی روشن[۱]، نیز میر باقر حزیں شاگرد مرزا مظہر جان جاناں جو صولت جنگ کی رفاقت میں رہے، علمی و مذہبی مباحثے کرتا یہ سلسلہ دو گھنٹے تک جاری رہتا۔ اکثر کہا کرتا تھا کہ ان صحبتوں کا اس قدر پابند ہو گیا ہوں کہ اگر کسی دن میسر نہ آئیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاید کوئی بڑی دولت مجھ سے مفقود ہو گئی ہے۔ طبیعت افسردہ رہتی ہے[۲]

مجلس احباب علمی مباحثہ سے فراغت کے بعد وہ دوستوں میں جا بیٹھتا تھا۔ جن میں سیف علی خاں برادر سیف خاں پسر عمدۃ الملک امیر خاں صوبہ دار کابل روح الدین حسین خاں ولد سیف خاں نقی علی خاں (غلام حسین صاحب سیر المتاخرین کے بھائی) میر علی بازخاں ہمشیر زادۂ سیف خاں آقا عظیما۔ دیوان صاحب مدار معاملات ملکی راجہ عجائب رائے (اس کے بعد اس کا لڑکا سہوج رائے) پرن چند مستوفی۔ رائے چوارام منشی، جعفر قلی خاں داروغہ خزانہ مرزا داؤد خان ساماں وغیرہ ہوتے۔ وہاں ایک گھنٹے تک رہتا پھر عصر اور مغرب کی نمازوں سے فارغ ہو کر زنانہ میں چلا جاتا اور سیر کو جاتا اور عشاء کی نماز کے بعد کبھی کبھی گانے بھی سنتا،

---

[۱] عبد الہادی روشن صاحب دیوان تھے۔ صولت جنگ کے رفیق تھے اور جہانگیر نگر ڈھاکہ میں پیدا ہوئے تھے۔ شاہ جہاں آباد میں پرورش اور تعلیم پائی۔ صولت جنگ سے اسقدر گہری محبت تھی کہ جب صولت جنگ کی موت کی خبر ملی تو وہ بھی جاں بحق تسلیم ہوئے تاب نہ لا سکے۔ سیر المتاخرین۔

[۲] سیر المتاخرین اردو ترجمہ ج ۲ ص ۲۴۵

۱۰،۹ بجے تک سو جاتا۔ غلام حسین مصنف سیر المتاخرین لکھتے ہیں کہ صولت جنگ کے ان معمولات میں کبھی ذرہ بھر بھی فرق نہ آتا۔ برابر ان پر سختی سے کاربند رہتا۔

ہولی اور بسنت پنچمی سے لطف اندوزی

صولت جنگ ایک مذہبی آدمی ضرور تھا۔ مگر کٹر نہیں تھا۔ کرم علی خاں صاحب مظفر نامہ لکھتے ہیں:-

۱۱۶۵ھ میں نواب صولت جنگ پورنیہ سے مرشد آباد نواب علی وردی خاں مہابت جنگ کی قدمبوسی کے لئے گیا اور موتی جھیل کے باغ میں ہولی کے منظر سے لطف اندوز ہوتا رہا۔ اس بزم میں نواب شہامت جنگ یعنی اس کا بھائی بھی شریک رہا اور خود راقم الحروف (کرم علی خاں) بھی موجود تھا۔[1]

صاحب سیر المتاخرین غلام حسین کے بیان سے صولت جنگ کا بسنت پنچمی سے لطف اندوز ہونا بھی پایا جاتا ہے۔

عدل گستری و رعایا پروری

صاحب سیر المتاخرین لکھتے ہیں کہ "صولت جنگ طبعاً خوش خو تھا اور اس میں اتنی شائستگی تھی کہ میں پورے سات سال ان کے ساتھ رہا اور ان کی خدمت کی مگر کبھی بھی کسی چھوٹے بڑے امیر و غریب کی شان میں نہ تو ان کو کوئی سخت اور ناشائستہ لفظ زبان پر لاتے دیکھا اور نہ ہی کسی نازیبا فعل کا ارتکاب کرتے دیکھا۔"

جنگ نے پورنیہ پر سات برس تک حکومت کی اور یہاں کا حاکم مطلق رہا اور رعایا کی ایسی خدمت کی، اور ان کے حال پر ایسا مہربان رہا کہ امیر و غریب، ادنیٰ و اعلیٰ مسلم اور غیر مسلم سبھی اس سے خوش تھے۔ اور ان کے عدل و انصاف کے سبب سبھی صولت جنگ کے مداح و معترف رہے۔

ناحق طرف داری سے نفرت وہ ناحق میں کسی کا ساتھ نہیں دیتا تھا۔

[1] مظفر نامہ مذکورہ ورق ۳۹ پشت

یہاں تک کہ اپنے عزیز ترین رشتہ داروں کے ساتھ بھی انصاف کے معاملے میں نرمی نہیں برتتا تھا۔

صاحب سیر المتاخرین لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ میرا چھوٹا بھائی علی نقی خاں کچہری میں راجہ عجائب رائے کے پاس بیٹھا تھا۔ اچھل سنگھ کائستھ نے جو صولت جنگ کے لڑکے شوکت جنگ کی طرف سے پرگنہ تاجپور وغیرہ کا دیوان تھا اپنی حماقت اور دیوانِ شوکت جنگ ہونے کے زعم میں علی نقی خاں اور راجہ عجائب رائے کے بیچ ہو کر نہایت ہی تنگ اور مختصر سے راستہ سے گزرنا چاہا جو آداب دربار کے یکسر خلاف تھا۔ علی نقی خاں نے چند بار منع کیا کہ ایسا نہ کرے لیکن بجائے باز آنے کے الٹا ایسا جواب دیا جو خلاف تہذیب اور ادب تھا، علی نقی خاں نے برہم ہو کر اپنے ملازم سے کہا کہ دھکہ دیکر اچھل سنگھ کو ہٹا دے۔ ملازم نے ایسا ہی کیا، جس کی شکایت اچھل سنگھ نے شوکت جنگ سے کر دی۔ شوکت جنگ فطری زود رنج اور ناعاقبت اندیش واقع ہوا تھا اس نے باقاعدہ اعلانِ جنگ کر دیا۔ صولت جنگ کو معلوم ہوا تو للی ہزاری کو جو اس کا معتمد خاص، توپ خانے کا سردار اور رفیق تھا، کو حکم دیا کہ علی نقی کی فوجی مدد کرے اور تاکیداً کہہ دیا کہ میں نے تم کو اس لئے متعین کیا ہے کہ شوکت جنگ کی طرف سے جس چیز کے ساتھ ابتدا ہو اس کا اسی طرح جواب دو، اور توپ خانہ کے کل ملازمین کو کہلا بھیجا کہ جو شخص علی نقی کے مقابلہ میں شوکت جنگ کا ساتھ دیگا اس کو ملازمت سے معزول اور برطرف کرنے کے علاوہ قرار واقعی سزا بھی دی جائے گی۔ شوکت جنگ اب مجبور ہو کر معافی کا طالب ہوا۔

صولت جنگ کی سیرت پر مؤلف مظفر نامہ کا بیان

کرم علی خاں مؤلف تاریخ مظفر نامہ جو علی وردی خاں کے وابستگان میں سے تھا اور صولت جنگ نے اس کو کچھ عرصہ کے لئے گھوڑا گھاٹ کی فوجداری عطا کی تھی[1] ([1] مظفر نامہ قلمی ورق ۳۱)

صولت جنگ کی سیرت کے بارے میں لکھتا ہے:

"نواب صولت جنگ امیرے بود بعدل و داد موصوف و بکرم و سخاوت معروف حیاو مروت بر دانش غالب و دلش ایثار و بخشش را طالب و از ملاہی و مناہی محترز و مجتنب لطیف طبع، شیریں سخن، خدا ترس، شرم آگیں، کریم طبع، رعیت پرور اگرچہ در ادراک جزئیات امور سادگی داشت اما در کلیات قضایا بقتل اولیا و تذلیل اشقیا، و احترام علما، و تبجیل فضلا، و ترویج شریعت غرا دقیقہ مہمل نگذاشتے۔ دین مسلمانی را ترجیح داشتے و تخم محبت در فضائے سینہ ارباب محبت کاشتے در بذل و سخا، طالق اخراط سپردے و در جود و عطا گوئے از متقدمان و معاصران می برد ہمیشہ مجلس ناز و نغمت آراستہ و آنچہ از آقا و ادائی مملکت میرسیدے بثبت شرف و مستوفی می بخشید و خط نسخ بر حکایت حاتم و آل برمک می کشید۔ ہیچ کس از فائدہ احسانش بے بہرہ باز نگشت و ہیچ سائلے از کلامش لا و لم نشنید"[1]

انتظامِ سلطنت | صولت جنگ کے انتظام سلطنت کا پتہ اس سے بھی چلایا جا سکتا ہے کہ باوجودیکہ اس کی آمدنی شہامت جنگ کی آمدنی سے کم تھی۔ مگر جواہرات سونا، چاندی ہاتھی گھوڑے اور دوسرے سامان شہامت جنگ سے کم نہ تھے، اس کے انتقال کے بعد چالیس لاکھ سے اوپر نقد روپے علاوہ اتنے ہی قیمت کے جواہرات فرنیچر، نقرئی، طلائی و اشرفیاں اس کے خزانے میں موجود تھے۔ مزید برآں اونٹ، ہاتھی اور قیمتی کپڑے بھی بہت تھے۔

ریمانڈ کی رائے | ریمانڈ سیر المتاخرین کا مترجم رقمطراز ہے کہ صولت جنگ کی املاک کا تخمینہ ایک کروڑ سے اوپر ہے۔ اس کا اندازہ ہے کہ اس کی سالانہ بچت ۲۰ لاکھ سے اوپر تھی۔ وہ لکھتا ہے کہ یہ ان تمام کے علاوہ ہے جو ۷ ہزار پیدل اور اتنے ہی سوار، توپخانہ کشتی کی فوج اور اتنے دربار کے تنخواہ خوار و ملازمین، ایک پانسو عورتوں پر مشتمل حرم سرا

---

[1] مظفر نامہ قلمی مذکور ورق ۴۶

پنشن پانے والے ملازمین جو ۵ ہزار سے ایک ہزار تک ماہانہ پنشن پاتے تھے، مطبخ، جواہرات اور کپڑے وغیرہ پر خرچ ہوتا تھا، جس کا تخمینہ ۴۰ لاکھ سے کسی طرح کم نہیں ہو سکتا یعنی کل ملا کر ۶۰ لاکھ[1]

مہابت جنگ کی جانشینی اور بنگال و بہار و اڑیسہ کی صوبہ داری کی کوشش

اپنی زندگی کے آخری زمانے میں جب کہ علی وردی خاں مہابت جنگ بستر مرگ پر پڑا ہوا تھا، صولت جنگ نے دربار دہلی میں وزیر الممالک کو ملا کر اپنے نام مہابت جنگ کی جانشینی اور بنگالہ و بہار و اڑیسہ کی صوبیداری کی سند کے لئے کوشش کی تھی۔ لیکن صولت جنگ شوکت جنگ سے کچھ پہلے مر گیا اس لئے وہ سند شوکت جنگ کو حاصل ہوئی تھی[2]

وفات | نصیر الملک سعید احمد خاں بہادر صولت جنگ نے ۲۵ ماہ جمادی الاول ۱۱۶۹ھ میں انتقال کیا۔ کہتے ہیں کہ اپنے بڑے بھائی شہامت جنگ کی رحلت کے چند دن بعد اس کی گردن پر ایک دانہ نمودار ہوا اطبا نے افاقہ کے لئے لاکھ تدبیریں کیں لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا۔ آخر کار فرزندوں کو بلا کر وصیت کی خصوصاً نواب شوکت جنگ کو جو اولاد میں سب سے بڑے تھے خوب سمجھایا، بجھایا اور جان جاں آفریں کے سپرد کر دی۔ نواب شوکت جنگ نے ان کی لاش کو محلہ "جعفری باغ" پورنیہ میں دفن کیا۔ اس نے پورنیہ میں سات سال حکومت کی "تاریخ وفات" "خدا لکش بیامرزد" ہے[3]

---

[1] سیر المتاخرین انگریزی ترجمہ ریمانڈر ۱۱ ص ۴۲-۴۱ [2] سیر المتاخرین ج ۲ ص ۲۷۵ و تاریخ مگدھ ص ۳۳۲ پورنیہ گزیٹر و مالی ص ۴۰ [3] مظفر نامہ مذکور ورق ۴۶ و سیر المتاخرین مذکور ص ۸۵-۲۷۸

نواب شوکت جنگ بہادر

سنہ ۱۱۶۹ھ تا سنہ ۱۱۷۰ھ

پورنیہ کی فوجداری
شوکت جنگ لقب الملک سعید احمد خاں بہادر صولت جنگ کا لڑکا تھا۔ باپ کے مرنے پر ۱۱۶۹ھ/۱۷۵۶ء میں جانشین ہوا۔ اور علی وردی خاں مہابت جنگ نے جو اس کا نانا تھا سارا پورنیہ اس کو لاخراج جاگیر میں دے دیا[1]

پچھلی خدمات
اپنے باپ صولت جنگ کے وقت میں یہ پورنیہ کا داروغہ توپخانہ رہ چکا تھا۔ اور اس کے بعد علی وردی خاں کی ماتحتی میں بھی کچھ جنگی خدمات انجام دیتے تھے[2]

سراج الدولہ کے ارادے
۹[3] رجب ۱۱۶۹ھ کو جب مہابت جنگ مرض استسقاء میں مبتلا ہو کر انتقال کیا تو سراج الدولہ بعمر ۲۷ سال مسند نشین ہوا گرچہ سراج الدولہ کی طرح شوکت جنگ بھی علی وردی خاں کا نواسہ تھا۔ مگر اس نے پورنیہ کی فوجداری پر اکتفا کر لیا۔ اور کوئی مخالفت نہیں کی۔ لیکن سراج الدولہ حسد کی وجہ سے اس فکر میں لگا رہا بلکہ ارادہ کر لیا کہ شوکت جنگ کو اپنی راہ سے الگ کر ڈالے۔ چنانچہ جس زمانے میں اس نے اپنی خالہ گھسیٹی بیگم کی املاک ضبط کر لی تھی اسی زمانے میں اس نے شوکت جنگ سے پورنیہ چھین لینے کا ارادہ کیا تھا۔ اور راج محل تک آ چکا تھا لیکن انگریزوں کی یورش کی بناء پر اس کی توجہ اس طرف سے ہٹ گئی۔ اور اس نے پورنیہ کا قصد ملتوی کر دیا تھا[4]

---

[1] سیر المتاخرین اردو ترجمہ ج ۲ صفحہ ۲۱۳
[2] " " صفحہ ۲۵۴
[3] ریاض السلاطین صفحہ ۳۶۲ میں ۹ رجب روز شنبہ لکھا ہے۔ انگریزی تاریخوں میں ۹ اپریل سنہ ۱۷۵۶ء ہے۔ تاریخ مگدھ صفحہ ۳۳ میں ۹ جمادی الاول ہے لیکن ۹ رجب ہی صحیح معلوم ہوتا ہے اسلئے کہ مہابت جنگ کی موت صولت جنگ کی موت کے بعد ہوئی اور صولت جنگ ۲۵ جمادی الاول ۱۱۶۹ھ میں مرا۔ (اکمل)
[4] سیر المتاخرین اردو ترجمہ جلد دوم صفحہ ۲۷۹

سراج الدولہ کی پیش قدمی
کلکتہ کی فتح کے بعد سراج الدولہ شوکت جنگ کے خلاف آگے بڑھا اور راج محل تک آ گیا لیکن اس مقام سے آگے نہ بڑھا۔ کیونکہ اس کی فوجی سرداروں کے نزدیک موسم برشگال میں جب کہ پورا علاقہ زیر آب تھا جنگ چھیڑنا مناسب نہ تھا۔ شوکت جنگ کو سراج الدولہ کی آمد کی خبر سے سخت پریشانی ہوئی اور سراج الدولہ کی حکومت کو تسلیم کر لیا۔ سراج الدولہ واپس لوٹ گیا۔

شوکت جنگ کے منصوبے
مرشد آباد میں سراج الدولہ کے خلاف سازشیں ہو رہی تھیں، میر جعفر ان سازشوں کا لیڈر تھا۔ اس نے شوکت جنگ کو بھی اکسایا اور اس کے نام خطوط بھی لکھے کہ سراج الدولہ کے خلاف بغاوت کرے اور خود اور دوسرے سرداروں کی مدد کا وعدہ بھی کیا۔ میر معلی خاں اور حبیب بیگ نے جو سراج الدولہ کے معتوب تھے اس کو اور شوریدہ سر کر دیا تھا۔ شوکت جنگ اس کی باتوں میں آ گیا اور بڑے بڑے منصوبے بنانے لگا اور صرف بنگال ہی نہیں اودھ اور دہلی کی حکمرانی کے خواب بھی دیکھنے لگا۔ لاہور اور کابل کو فتح کر کے خراسان میں جا کر بسنا چاہا۔ کیونکہ بنگال کی آب و ہوا راس نہ آتی تھی۔

بنگالہ و بہار و اڑیسہ کی سند
اسی اثناء میں اس نے بنگالہ و بہار و اڑیسہ کی صوبے داری کی سند بھی جس کے لئے اس کے باپ صولت جنگ نے کوشش کی تھی اس شرط پر حاصل کر لی کہ وہ سراج الدولہ کی ضبط شدہ املاک اور سالانہ تین کروڑ روپے بطور خراج دہلی بھیجا کرے گا[5]۔ شوکت جنگ فرمان کے پہونچنے پر پھولا نہ سماتا تھا اسی زعم میں اپنے دربار کے مقتدر اور اعلیٰ افسروں اور فوجی سپہ سالاروں پر برسنے لگا

---

[1] سیر المتاخرین ترجمہ اردو جلد دوم صفحہ ۷۵-۲۷۳
[5] واضح رہے کہ صولت جنگ پسر شوکت جنگ نے بھی مہابت جنگ کی زندگی کے آخری ایام میں دربار دہلی میں وزیر مملکت کو لالچ دے کر اپنے نام مہابت جنگ کی جانشینی اور بنگالہ و بہار و اڑیسہ کی صوبیداری کی سند کے لئے کوشش کی تھی۔ لیکن چونکہ صولت جنگ مہابت جنگ سے پہلے مر گیا اسلئے اب وہ سند شوکت جنگ کو ملی تھی۔

اس میں سے بہتیروں کو معزول و برطرف کر دیا اور ان کی جگہ ناتجربہ کار لوگوں کو بحال کر لیا۔ حبیب بیگ اور میر معلیٰ خاں کے غلط مشوروں پر چلنے لگا۔ بلا وجہ معقول او دو نت ہزاری اپنے معتمد خاص کو پورنیہ سے خارج کر دیا، اور بے سبب میر روح الدین خاں سے بگاڑ کر لیا۔ للی ہزاری جو دو ہزار سوار اور چھ ہزار پیادوں کا رسالہ دار تھا، اس کا مال و متاع ضبط کر لیا۔ دو تین دن قید میں رکھ کر پورنیہ سے باہر کر دیا[1]
غلام حسین مصنف سیر المتاخرین لکھتے ہیں کہ اس کو معہ اہل و عیال کشتی پر سوار کرا کر کوسی کے راستے سے بیرنگر[2] کے علاقے میں بھجوا دیا۔ اسی میر معلیٰ کے کہنے پر جس کو شوکت جنگ نے رنگ پور وغیرہ کی تسخیر کی شرط پر نواب گنج و سرینہ کا فوجدار مقرر کیا تھا۔ شوکت جنگ نے رنگ پور کی تسخیر کا بھی پروگرام بنایا اور لوگوں کو کمک پر روانگی کا حکم بھی دیا۔ حالانکہ زمانہ برسات کا تھا اور ہر طرف سیلاب تھا اور کسی کی ہمت نہ تھی کہ ایسے زمانے میں قدم آگے بڑھاتا۔ لوگوں کے نکلنے میں جب دیر ہوئی تو دو تین منزل خود دوڑ گیا اور حیران و پریشان واپس آیا۔ اس کی ان حرکتوں سے اہل دربار اور عہدہ دار ان سے عاجز آ گئے تھے[3]

رائے راس بہاری کا تقرر

سراج الدولہ کو شوکت جنگ کے ارادوں کا علم تھا، چنانچہ اس نے اپنے ایک ہندو خیر خواہ رائے راس بہاری پسر جانکی رام کو بیرنگر اور گوندوارہ کے پرگنات کی فوجداری کی سند عطا کر کے شوکت جنگ کی نقل و حرکت پر متعین کیا اور شوکت جنگ کو ایک پروانہ لکھ

---

[1] مظفر نامہ قلمی مؤلفہ کرم علی خاں یکے از وابستگان علی وردی خاں مہابت جنگ ص ۱۲۷ مخطوطہ مملوکہ پٹنہ یونیورسٹی ورق ۵۴
[2] یہ مقام پورنیہ شہر سے ۳۰ میل پچھم اتر ہے اور دیھر گاہا بلاک اور تھانہ میں واقع ہے یہ قدیم مقام ہے اور بیر شاہ کی راجدھانی رہ چکا ہے۔ ۱۹۵۹ء میں ڈاکٹر ذاکر حسین مرحوم صدر جمہوریہ اپنی گورنری کے عہد میں یہاں تشریف فرما ہوئے تھے
[3] سیر المتاخرین اردو ترجمہ جلد ۲ ص ۷۵-۲۷۳

بھیجا کہ پرگنات مذکورہ کو اب دوسروں کے قبضہ میں دینا میں نے مصلحت ملکی کے خلاف سمجھ کر اپنے محال خاص میں داخل کر لیا ہے اور اپنی طرف سے ان دونوں پرگنوں کے انتظام و بندوبست کے لئے رائے راس بہاری کو اپنا نائب بنا کر بھیجتا ہوں۔ لہٰذا ان پر اس کو دخل و قبضہ دلا کر دخلنامہ میرے پاس بھیجدیں۔

شوکت جنگ کی برہمی اور جواب

شوکت جنگ یہ پروانہ پا کر سخت برہم ہوا اور اپنے دولت خواہوں کو مشوروں کے لئے بلایا جس میں میر معلیٰ خاں حبیب بیگ کارگذار خاں اور غلام حسین صاحب سیر المتاخرین بھی تھے سبھوں نے یہ مشورہ دیا کہ موسم برشگال میں آمد و رفت کے راستے مسدود ہیں جنگ چھیڑنا مناسب نہیں ہے لہٰذا مصلحت اسی میں ہے کہ برسات کی قلیل مدت تک کے لئے راس بہاری کو دونوں پرگنات پر دخل و قبضہ کی امید دلائی جائے اور یہاں بلا کر سراج الدولہ کو لکھا جائے کہ انہوں نے جو کچھ لکھا ہے بجا اور درست ہے۔ مگر چونکہ یہ خادم بھی دامنِ دولت کے وابستگان میں سے ہے اور چونکہ یہ دو پرگنے سیف خاں اور صولت جنگ کے عہد سے پورنیہ کے فوجداروں کی جاگیر میں رہ چکے ہیں۔ بہتر ہوتا کہ ان کی مالگذاری مقرر کر کے اسی کے زیر انتظام رہنے دیا جائے۔ سراج الدولہ کے جواب کا انتظار کیا جائے۔ اور برسات کے بعد جیسا مناسب ہو اقدام کیا جائے پہلے تو شوکت جنگ نے اس رائے کو پسند کیا مگر فوراً ہی اسکو بالکل رد کر دیا اور سراج الدولہ کے فرستادہ رائے راس بہاری کے ہرکاروں کو ذلیل کیا اور جواباً لکھ بھیجا کہ مجھے دربار دہلی سے بنگالہ، بہار و اڑیسہ کی حکومت کا ایک فرمان حاصل ہوا ہے لیکن چونکہ تمہاری اور میری رگوں میں ایک ہی خون دوڑ رہا ہے اس لئے میں تمہاری جان بخشی کروں گا۔ ڈھاکہ کے کسی گوشے میں چلے جاؤ اور محل اور خزانہ میرے افسروں کو سونپ دو۔ فوراً جواب دو کہ میرا ایک پاؤں رکاب میں ہے[1]۔

---

[1] سیر المتاخرین جلد ۲ صفحہ ۸۵-۲۷۸

سراج الدولہ پر شوکت جنگ کے جواب کا ردِ عمل

جواب پاتے سراج الدولہ کا خون کھولنے لگا اور اس نے فیصلہ کیا کہ خود ہی جا کر شوکت جنگ کے خط کا جواب دے۔ بہار کے گورنر راجہ رام نرائن کو حکم دیا کہ وہ پٹنہ سے آکر پورنیہ پر حملہ آور ہو۔ چنانچہ رام نرائن راجہ سندر سنگھ، سوبھر سنگھ و پہلوان سنگھ وغیرہ کے ساتھ بھاری فوج لے کر سراج الدولہ کے پاس پہنچے۔ سراج الدولہ نے فوج کے دو حصے کیے۔ نصف راجہ موہن لال دیوان قدیم کی سرکردگی میں رہی جو براہ بسنت پور اور حیات پور گولہ اور صمدرہ پورنیہ پہونچی اور نصف اپنی سرکردگی میں رکھا۔ اور ۱۱۷۰ھ (۱۷۵۶ء) میں راج محل کے قریب گنگا پار کر کے پورنیہ کے لئے روانہ ہوا۔ راجہ رام نارائن بھی راج محل کے قریب اپنی فوج کے ساتھ گنگا پار ہو کر پورنیہ آگیا۔

جنگ بلدیہ باڑی

شوکت جنگ نے سراج الدولہ کو خط بھیجنے کے بعد ہی سے اپنے باپ کے وقت کے آزمودہ کار فوجیوں کو بلا کر مشورہ کیا اور کسی محفوظ مقام میں لشکرگاہ بنانے کا حکم دے دیا تھا۔ چنانچہ اُنہوں نے اپنے تجربہ کی بنا پر بلدیہ باڑی[۱] کا مقام جو منیہاری اور نواب گنج کے درمیان واقع ہے۔ اور فوجی نقطۂ نگاہ سے زیادہ محفوظ مقام تھا منتخب کیا۔ یہاں ہر طرف بڑی بڑی جھیلیں تھیں راہ دشوار تھی۔ ایک طرف نالہ تھا اور دوسری طرف سے گھانس بانس وغیرہ کے جنگلات تھے۔ آمد و رفت کا ایک ہی راستہ تھا جو پل وغیرہ بنانے کے بعد قابلِ استعمال ہو سکتا تھا۔ اس کے بیچ میں بڑا میدان تھا اور یہ ایسی جگہ تھی جہاں رسد وغیرہ آسانی سے پہنچایا جا سکتا تھا۔ اور اگر وہاں جم کر ہوشیاری اور سلیقہ کے ساتھ لڑا جاتا تو مدتوں تک مخالف کو حملہ کا موقع نہ مل سکتا تھا۔ اس موقع پر شوکت جنگ نے شیخ جہاں یار و شیام سندر بخشی

۱؎ یہ جگہ اب ضلع کٹیہار میں ہے۔

توپخانہ کو گھوڑے ہاتھی وغیرہ مظفر نامہ کے بیان کے مطابق عطا کر کے خوش کیا اور موتی چال کے لئے روانہ کیا اور تمام سپاہیوں کو ہاتھی گھوڑے و جواہرات دے کر روانہ کیا اور خود ۱۹ محرم کو روانہ ہوا۔ اُس نے اپنی فوجیوں کو حکم دیا کہ اس کے خیمہ گاہ سے ڈیڑھ کوس کی دوری پر سونرا ندی کے کنارے جا اُترے۔ چنانچہ اس کے حکم کے مطابق غلام حسین خاں صاحب سیر المتاخرین، اس کے بھائی علی نقی خاں، کارگذار خاں بخشی، شیخ جہاں یار، شیخ عبد الرشید نواسہ شیخ جہاں یار، میر سلطان خلیل، محمد سعید خاں پسر ابو تراب خاں تورانی جو آڑ کی لڑائی میں برہان الملک کے ساتھ تھا۔ اس کے علاوہ دیگر سرداران سیف خانی اپنے اپنے رسالوں کے ساتھ سونرا ندی کے کنارے منزل گزیں ہوئے۔ شوکت جنگ کی فوج اسی قدر تھی۔

شیام سندر سنگھ کائستھ بخشی توپخانہ چونکہ ایک روز پہلے ہی پہونچ چکا تھا، اور مور چال سے آمد و رفت کے راستے پر خیمہ نصب کیا تھا اور توپ خانہ اور سواروں کی فوج نے سردار کے بغیر ڈھائی کوس کے فاصلہ پر پڑاؤ ڈالا۔ ۲۱ محرم الحرام ۱۱۷۰ھ کو دو گھڑی دن چڑھنے پر شوکت جنگ میدانِ جنگ میں آگیا۔ مگر اب بھی اس کا دل کسی کی طرف سے صاف نہ تھا۔ بہت سے سرداران جس میں غلام حسین مصنف سیر المتاخرین بھی تھا۔ سلامی کے لئے پہنچے، مگر بجائے دلدہی و ہمت افزائی کے واپس اپنے اپنے مور چال پر روانہ ہونے کا حکم دیا۔ نواب شوکت جنگ تھوڑے سے سوار اور مخصوص معتمدین کے ساتھ رہ گیا جس میں میر مردان علی ولد رستم علی، مٹھن لال دیوانِ قدیم، سیف الدین محمد خاں نواسہ آقا عظیما جس کا للی ہزاری کی جگہ تقرر ہوا تھا۔ اس کا (شوکت جنگ) حقیقی بھائی مخاطب بہ ہادی علی خاں، جسارت جنگ تین چار سو سوار کے ساتھ مور چال کے درمیان تھا۔ دو پہر کے قریب سراج الدولہ کی فوج راجہ موہن لال کی سرکردگی میں منیہاری کے میدان میں آپہونچی۔ دونوں فوجوں کا درمیانی فاصلہ تقریباً دو کوس تھا کہ شیام سندر پیش کار دستی توپخانہ اپنی نادانی اور

ناتجربہ کاری کی بنا پر مورچال سے باہر نکل کر پچھم طرف ڈیڑھ کوس کے فاصلے پر سراج الدولہ کی فوج کے مقابل اپنی فوج کے ساتھ جا کھڑا ہوا۔ درمیان میں کوئی آڑ نہ تھی۔ بیچ میں جھیل تھی۔

راجہ موہن لال نے میر محمد جعفر خاں، دوست محمد خاں، میر کاظم خاں، دلیر خاں و اصالت خاں ولد عمر خاں و شیخ دین محمد وغیرہ سرداروں کے ساتھ گنگا کے کنارے خیمہ نصب کر کے تمام فوجوں اور توپ خانہ کو مرتب کر کے گولا باری شروع کر دی۔

نقشہ جنگ چونکہ سراج الدولہ اور شوکت جنگ کی فوجوں کے بیچ میں بڑی جھیل واقع تھی۔ جس کی وجہ سے سراج الدولہ کی توپوں کے اکثر گولے جھیل میں گرتے تھے۔ بعد میں جب بڑی توپیں آگئیں تو بعض گولے شوکت جنگ کے کیمپ میں آکر گرنے لگے۔ شوکت جنگ نے یہ دیکھ کر گھبراہٹ میں اپنے ماتحتوں کو گالیاں دینی شروع کی۔ اس سے فوج کے سپاہی اور بددل ہو گئے۔ بعض آزمودہ کار فوجوں نے کہا کہ دن کا تھوڑا حصہ باقی رہ گیا ہے۔ لوگ سفر کے تکان سے پریشان ہیں اور اکثر راستے میں رہ گئے ہیں۔ درمیان میں جھیل ہے۔ لہذا جب دشمن کی فوج حملہ آور ہو کر زد پر آجائے گی تب حملہ کرنا مناسب ہوگا۔ لیکن شوکت نے اپنی ضد اور ہٹ میں کسی کی بات پر دھیان نہ دیا اور جنگ شروع کرنے کا حکم دے دیا۔ اس نے اپنے فوجی سرداروں کو واضح احکامات بھی نہیں دیئے۔ انہیں اپنی اپنی جگہ ٹھہر کر اپنے حکم کا انتظار کرتے کہا۔ ایک بوڑھے تجربہ کار فوجی افسر عمر خاں جمعدار نے فوج کے انتشار اور شوکت جنگ کی پریشانی دیکھ کر کہا کہ حضرت سلامت یہ میدان جنگ ہے میں آصف جاہ (دکن) کی معیت میں بہتری لڑائیاں لڑ چکا ہوں۔ مگر لڑائی لڑنے کا یہ طریقہ نہ دیکھا۔ کل فوج کو اکٹھا کر کے مقدمہ میمنہ قلب و جناح بنا کر توپ اور دستی توپخانہ کو سامنے رکھ کر دشمنوں پر حملہ آور ہونا چاہئیے۔ تب فتح حاصل ہو سکتی ہے۔ یہ سن کر شوکت جنگ جمعدار مذکور پر بھی برس پڑا اور آصف جاہ کو بھی برا بھلا کہنا شروع کیا اور کہا کہ مجھے کسی مشورے کی حاجت نہیں ہے میں خود تین سو جنگیں لڑ چکا ہوں۔ شوکت جنگ نے ادھر تو اپنی فوج کے سرداروں کو بغیر کسی واضح حکم کے آگے بڑھنے

کا حکم دے دیا۔ اور ادھر ناچ رنگ کی محفلوں میں جا بیٹھا۔ شیام سندر تو پہلے ہی آگے بڑھ چکا تھا۔ شیخ جہاں یار نے بھی اپنی فوجوں کو دلدل میں مارچ کرنے کا حکم دے دیا۔[1]

غلام حسین طباطبائی کا بیان غلام حسین مصنف سیر المتاخرین لکھتے ہیں کہ میں اور چند اشخاص لڑائی میں شوکت جنگ کے ہمراہ تھے۔ ہم نے آپس میں مشورہ کیا کہ رات کو ہم سب اکٹھے ہو کر شوکت جنگ کو طریقۂ جنگ کی تبدیلی پر مجبور کریں گے اور وہاں سے ایک ڈیڑھ کوس کے فاصلے پر جہاں میرا چھوٹا بھائی نقی علی خاں وغیرہ تھے جانے کا ارادہ کیا کچھ دور آگے گیا تو دیکھتا ہوں کہ شیخ جہاں یار، کارگذار خاں، حبیب بیگ، محمد سعید خاں شیخ سعد اللہ میر سلطان خلیل اور دیگر سرداران لشکر شوکت جنگ کے حقارت آمیز کلام سے آزردہ ہو کر سراج الدولہ کی فوج پر دھاوا کر بیٹھے ہیں اور عنقریب جنگ کا خاتمہ ہونے کو ہے۔ نواب شوکت جنگ کی فوج کو اس خستہ حالی میں دیکھ کر میں گھبرایا اور نواب مذکور کو اس صورت حال سے باخبر کرنے کے لئے خیمہ گاہ کی طرف بھاگا۔ قریب پہونچا تو دیکھا کہ نواب شراب کے نشہ میں چور آشفتہ سر و دستار ہاتھی پر سوار ہیں اور ان کے ہم رکاب بھی جلدی جلدی تیار ہو رہے ہیں۔ میں نے شوکت جنگ اور ان کے ہمراہیوں کو جلد آگے بڑھنے کی تاکید کی۔ مگر نواب کی حالت یہ تھی کہ بوکھلاہٹ میں دس پانچ قدم چلتا تھا اور فیل بان کو کھڑا ہونے کا حکم دیتا تھا۔ ادھر شوکت جنگ کی فوجیں دھڑا دھڑ موت کے گھاٹ اتر رہی تھیں۔ شوکت جنگ کی فوج کا یہ حال دیکھ کر میر محمد خاں، دوست محمد خاں، میر کاظم خاں، عمر خاں و اصالت خاں پسر عمر خاں و شیخ دین محمد جو راجہ موہن لال کی فوج کا ہراول تھا۔ شوکت جنگ کی فوج کا کام تمام کر کے آگے بڑھے۔ شیخ عبد الرشید، محمد سعید خاں خلف ابو تراب خاں تورانی و میر سلطان خلیل نے لڑ بھڑ کر اپنی جانیں دیں، نقی علی خاں اور حبیب بیگ زخمی ہو کر دوست محمد خاں اور میر جعفر خاں کے ہاتھوں گرفتار ہوئے اور شیخ جہاں یار صحیح سالم

---

[1] سیر المتاخرین اردو ترجمہ جلد دوم صفحہ ۸۵-۲۸

اور کارگذار خاں مجروح ہوکر بھاگے۔ شیخ جہاں یار کے گھوڑے کو تلوار کی ضرب لگی۔ زخموں کی تاب نہ لاکر سوار کو لے کر میدان سے نکل کھڑا ہوا اور بیر بگڑا تے آتے شیخ جہاں یار مرگیا۔ شیام سندر داروغہ توپخانہ دستی بھی زخمی ہوا اور بھاگ کھڑا ہوا[1]

جنگ کا نیا طریقہ کرم علی خاں صاحب مظفر نامہ رقمطراز ہیں کہ سیام سندر نے کچھ اس ڈھنگ سے لڑائی لڑی کہ اپنے ساتھ دو ہاتھیوں پر بھر کر سونے چاندی کے چھلے لیتا آیا تھا۔ جب بندوق کی گولیوں کی بوچھاڑ ہوتی اور کوئی سپاہی ہمت شکستہ ہوتا اس پر چھلوں کی بارش کرتا[2]

شوکت جنگ کا قتل جب میمنہ شیام سندر اور میسرہ جہاں یار سے خالی ہوگیا۔ مرزا علی دیوان اور بعض دوسرے سرداران فوج میں مقابلے کی تاب باقی نہ رہی تو بھاگ کھڑے ہوئے۔ اور جبارت خاں (شوکت جنگ کا بھائی) بھی بھاگ گیا۔ اس کا دوسرا بھائی مرزائی صاحب بھی زنبورک سے گھائل ہوگیا تو نواب شوکت جنگ نے شجاعت سے کام لیا جو اس خاندان کا خاصہ ہے اور چھ سات[3] سو سوار کو لیکر ے

در آمد بمیدان چو غرّیدہ شیر
نہنگ بکف از دہائے بز بیر ۶

میر محمد جعفر خاں کے مقابلے میں پوری استقامت اور پامردی سے لڑنے لگے۔ اس کے سنگی ساتھیوں نے راہ فرار کی ترغیب دی۔ اس پر جواب دیا کہ مرگ گریز پیش رفت نسبت

بنام نکو گر بمیرم رواست ٭ مرا نام باید کہ تن مرگ راست

آخر کار بائیں ابرو پر بندوق کی گولی لگی اور شوکت جنگ کا کام تمام ہوگیا[4]

---

[1] کرم علی خاں مؤلف مظفر نامہ کا بیان ہے کہ شیام سندر مارا گیا [2] لیکن سیر المتاخرین اور ریاض السلاطین میں ایسی بات نہیں لکھی گئی ہے مگر مظفر نامہ میں درج ہے دیکھیں مظفر نامہ مذکور ورق (۶۴-۵۵)

[3] سیر المتاخرین میں پندرہ سولہ لکھا ہے [4] مظفر نامہ مذکور

(۱۶ اکتوبر ۱۷۵۶ء) اس کی لاش کو پورنیہ لایا گیا اور وہیں جعفری باغ میں مدفون

کیا شوکت جنگ کے قتل کے وقت سراج الدولہ موجود تھا؟ بعض کہتے ہیں کہ شوکت جنگ کی موت اس وقت ہوئی جبکہ وہ سراج الدولہ کی اس فوج پر حملہ آور تھا جس میں سراج الدولہ خود موجود تھا۔ مگر بعضوں کا کہنا ہے کہ سراج الدولہ بذات خود اس فوج میں شریک نہیں تھا۔ میرن (میر جعفر کے بیٹے) کو اپنا لباس پہنا کر بھیجا تھا۔ تاکہ دشمن کو دھوکہ ہو[1] مؤلف مظفر نامہ بھی رقمطراز ہیں کہ سراج الدولہ شوکت جنگ کی موت کے وقت ایک منزل دور تھا۔[2]

پگڑی کا ہدیہ مظفر نامہ میں ہے کہ نواب شوکت جنگ کی پگڑی کو لوگوں نے نواب سراج الدولہ کی خدمت میں بطور ہدیہ پیش کیا جو میدان کارزار سے ایک منزل[3] دور تھا۔ شوکت جنگ کی موت کے بعد بھی جنگ جاری رہی۔ شیخ بہادر نارنولی جو زخم خوردہ ہونے کی وجہ سے مورچال میں لاکر ڈال دیا گیا تھا۔ شوکت جنگ کو مردہ دیکھ کر بے اختیار ہوگیا اور دو سو سواروں کے ہمراہ مورچال سے میدان جنگ کی طرف دوڑا لڑتے لڑتے جب اس کے سوار بھاگ لئے تو خود کو ہاتھی پر سے گرادیا وہی ایک آدمی میدان جنگ میں مدفون ہوا[4]

راجہ موہن لال کا پورنیہ پہنچنا نواب سراج الدولہ نے فتح یابی کے بعد راجہ موہن لال کو گورنر بنا کر شوکت جنگ کے اموال کی ضبطی اور بندوبست ملکی کے لئے پورنیہ بھیجا۔ میر کاظم رسالہ دار بال کشن ہزاری، کشور خاں عسس و مرزا زین العابدین بکاول کو بھی تعینات کیا۔ مہاراجہ رام نرائن کو کافی

---

[1] ایس۔ سی۔ ہل بنگال ۱۷۵۶ میں (بحوالہ ایس۔ ایس او مالی پورنیہ گزیٹیر [2] مظفر نامہ مذکور

[3] سیر المتاخرین میں کسی کے اٹھانے کا ذکر تو ہے مگر ہدیۃً پیش کرنے کا ذکر نہیں ہے۔ ہوسکتا ہے کیونکہ وہ فوراً میدان جنگ سے پورنیہ روانہ ہوگئے تھے (سیر المتاخرین اردو ترجمہ ج دوم صـ ۲۸۴ دیکھیں۔

[4] مظفر نامہ مذکورہ ورق (۶۴-۵۵)

داد و دہش کے بعد عظیم آباد رخصت کیا گیا۔ اور عمر خاں و مرزا غلام علی بیگ کو میر محمد جعفر سے سازباز کی بناء پر نوکری سے برطرف کیا اور مخفی طور پر مہاراجہ رام نرائن کو قید سخت میں ڈال دینے کا حکم دیا اور مرشد آباد چلا گیا۔ مرزا حبیب اور علی نقی خاں کو اہانت پہنچا کر چھوڑ دیا۔

دار و گیر مہاراجہ موہن لال نے پورنیہ پہنچ کر شوکت جنگ کے مال و متاع کے متعلق کافی چھان بین کی لیکن کچھ نہ ملا۔ جب معلوم ہوا کہ شوکت جنگ نے اپنی حین حیات ہی میں اپنی کل کائنات لوگوں میں بانٹ دی ہے، جھلا کر اس کے عزیز و اقربا کو پکڑ دھکڑ کرنے لگا، میر معلیٰ خاں، سنجر خاں و آقا امیر و میر عبد الحی و مرزا احمد علی کو قید کر کے ایک ماہ کے بعد سراج الدولہ کے پاس بھیج دیا۔ نواب صاحب سنجر خاں کے علاوہ سب کو قید کر کے شتر کی سواری پر بٹھا کر پورے شہر میں مشتہر کرنے کے بعد حبس دوام کے لئے عظیم آباد بھیج دیا[1]

شوکت جنگ کے قتل کے بعد غلام حسین طباطبائی کا حال

شوکت جنگ جیسے ہی قتل ہوا غلام حسین مصنف سیر المتاخرین اپنے گھر کے لئے روانہ ہو گیا۔ اور اپنی والدہ اپنے اہل و عیال کے ساتھ کسی گوشے میں جا چھپا کیونکہ اس کو اور اس کے بھائی دونوں کو سراج الدولہ کی طرف سے خطرہ لاحق تھا۔ وجہ یہ تھی کہ سراج الدولہ یہ سمجھتا تھا کہ یہ دونوں بھائی فساد کے اصل بانی ہیں اور شوکت جنگ تو بالکل ناکارہ ہے۔ اس کے علاوہ غلام حسین خاں کو سراج الدولہ کا ایک پرچہ بھی جنگ کے دوران میں شوکت جنگ کی رفاقت ترک کرنے اور اس کی مدد کرنے کے متعلق ملا تھا جس کا اس نے جواب نہیں دیا تھا۔ زبانی کہلا بھیجا تھا کہ اگر اس وقت ہم شوکت جنگ کی رفاقت ترک کر دیں تو آپ کو ہم سے کیا توقع ہو گی۔

۱؎ ریاض السلاطین میں ہے کہ ۵۱ ہاتھی اور گھوڑے اور شتر موہن لال کے ہاتھ لگے۔ صفحہ ۳۶۹

۲؎ مظفر نامہ مذکورہ۔

دو تین دن بعد نقی علی خاں اور حبیب بیگ کو کرم ناسہ سے خارج ہونے کا حکم دیا۔

موہن لال اور میر محمد کاظم پورنیہ بھیجے گئے۔ میر محمد کاظم نے چونکہ غلام حسین خاں کی خالہ کا داماد تھا اور فطری طور پر اس سے ہمدردی رکھتا تھا۔ اس کے اور اس کے اہل و عیال کے متعلق استفسار کیا کہ ان کے ساتھ کیا برتاؤ کیا جائے اس پر موہن لال کو حکم ہوا کہ غلام حسین خاں میر محمد کاظم کا بھی قرابت مند اور میرا بھی چچا زاد بھائی ہے لہٰذا تعرض نہ کیا جائے بلکہ دستک دے کر جہاں ارادہ ہو روانہ کئے جائیں۔

میر محمد کاظم کے پورنیہ پہنچنے پر غلام حسین نے ایک رقعہ اس کو لکھا۔ اس نے تسلی کرائی اور راجہ موہن لال کے ساتھ اس کے گھر آیا۔ راجہ موہن لال نے شوکت جنگ کے عطا کئے ہوئے سرپیچ جواہری کو غلام حسین خاں سے واپس لے لیا۔ اور کچھ تعرض نہ کیا۔

غلام حسین خاں بذریعہ کشتی اپنے مال و اسباب کے ساتھ عظیم آباد پہنچا۔ اور بعض شناساؤں کے مشورے سے تکیہ شاہ ارزاں میں مقیم ہوا۔ رام نرائن جگناتھ کے تیرتھ سے واپس لوٹا تو تاکیداً حکم بھیجا کہ حدود سلطنت سراج الدولہ سے نکل جائے۔ غلام حسین کچھ عرصہ تکیہ شاہ ارزاں میں کس مپرسی کے عالم میں بیمار پڑا رہا اور تندرست ہونے پر بنارس چلا گیا اور اپنے بھائیوں سے جا ملا[1]

مؤلف مظفر نامہ کا پورنیہ میں قید ہونا کرم علی خاں مؤلف مظفر نامہ میں لکھتے ہیں کہ ان کو خود بھی ۱۹ دن تک پورنیہ میں قید رہنا پڑا اور گھوڑ گھاٹ کی فوجداری چھن گئی۔

" محرر اوراق تا نوزدہ روز در پورنیہ داخل قید بودہ بعد ازاں بہ شفاعت والدہ و دختر نواب صاحب نجات یافتہ و اسباب راہ از کشتی وغیرہ از راجہ موہن لال

۱؎ یہ بیان غلام حسین صاحب سیر المتاخرین کے بیان کی تلخیص ہے۔ دیکھیں سیر المتاخرین اردو ترجمہ جلد دوم صفحہ ۲۶۸-۲۷۰

گرفتہ بموجب حکم مرشد آباد روانہ گردید ..... بہمیں تقصیر فوجداری گھوڑا گھاٹ
ازیں فقیر تغیر کردہ بہ میر روشن علی داروغہ دیوان خانہ خود مقرر فرمودند [۱]

موہن لال کی واپسی اور رام نرائن کا بازار داروگیر گرم رکھنا

مہاراجہ موہن لال صعب میں مبتلا ہو کر مرشد آباد چلا گیا اور اپنے خلف الصدق مہاراجہ رام نرائن کو پورنیہ چھوڑ گیا۔ اس نے مرزا غلام علی بیگ، و مرزا حکیم بیگ و احمد علی خاں و حسن علی خاں اور میر معلےٰ خاں وغیرہ کو قید کر لیا۔ ان کے مال و اسباب کو ضبط کر لیا اور عمر خاں کو اس کے دو لڑکوں دلیل خاں و امالت خاں اور نوسو سواروں کے ساتھ جعفر خاں کے باغ میں قید کر لیا جو سراج الدولہ کے قتل کے بعد رہا ہوئے۔ عمر خاں جو زندگی سے تنگ آ گیا تھا اجل نصیب ہوا۔

غلام حسین عوض بیگی کی گرفتاری اور رہائی

غلام حسین خاں عوض بیگی انگریزوں کی طرفداری کے جرم میں معزول ہو کر خانہ نشیں ہو گیا تھا۔ بے حرمتی سے قید کیا گیا بالآخر ۲ لاکھ روپیہ دینے پر اور بیگمات کی سفارش پر رہا کیا گیا۔ نواب شوکت جنگ کے بھائیوں اور عورتوں کو جہانگیر نگر (ڈھاکہ) بھیج کر قید کیا گیا ابھی دو ماہ بھی نہ گذرنے پائے تھے کہ انگریزوں کے جہاز کی آمد کی خبر موصول ہوئی۔ [۲]

شوکت جنگ کا کردار

شوکت جنگ زود رنج، تندخو اور جلد باز آدمی تھا۔ مؤلف مظفر نامہ کرم علی خاں جو صولت جنگ کے وقت ہی سے گھوڑا گھاٹ کی فوجداری پر مامور تھا اور شوکت جنگ کا بھی ملازم رہ چکا تھا۔ لکھتا ہے۔

"شجاعت ذاتی اس میں ضرور تھی جو اس خاندان کا خاصہ تھی۔ مگر اس کی بد دماغی تندخوئی اور عدم اعتمادی نے سب پر پانی پھیر دیا تھا۔ وہ اپنی رائے کو سب کی رائے پر

[۱] مظفر نامہ مذکور ورق (۶۴-۵۵) [۲] مظفر نامہ قلمی مذکور ورق (۶۴-۵۵)

بھاری سمجھتا تھا۔ خواہ وہ پوچ اور مہمل کیوں نہ ہو اور وہ اس پر اڑ جاتا تھا۔ چاہے اس کا کچھ ہی خمیازہ نہ بھگتنا پڑتا۔ یہاں تک کہ اہم ملکی و جنگی معاملات میں بھی اپنے باپ کے وقت کے معتمد خاص تجربہ کار اور نامور مشیر و سرداران فوج کے مشوروں کی کوئی قیمت نہیں سمجھتا تھا۔ یہاں تک کہ اگر انتہائی نازک معاملات میں کوئی مخلصانہ مشورہ بھی دیتا تو خفا ہو جاتا اور سخت سست کہنے لگتا۔ بد مزاجی کے سبب چھوٹا بڑا سب سے الجھ پڑتا۔ اور بڑے بڑے عہدہ دار کو بھی ذلیل اور رسوا کرنے سے باز نہ آتا۔ اسی سبب سے اہل دربار اور مصاحبین خاص تک اس سے دُور ہی رہنے میں اپنی سلامتی سمجھتے تھے۔

پرلے درجے کا خوشامد پسند اور خوش فہم واقع ہوا تھا۔ میر معلی خاں نے اسے ایک بار 'جہاں پناہ' کے لقب سے ملقب کر کے ایک شکایت نامہ للی ہزاری اس کے معتمد خاص اور سردار فوج کے خلاف میں بھیجا وہ بجائے اسکے کہ معاملہ کی تہہ کو پہونچ کر فیصلہ کرتا۔ خوشامد کی وجہ سے اسے سخت ذلیل کر کے مع اہل و عیال پورنیہ سے باہر علاقہ بیر نگر کی طرف نکال دیا۔ اور اس کی جگہ پر سیف الدین محمد خاں کی تقرری کی۔ حالاں کہ یہ نازک موقع تھا اور دوسرے بہی خواہان مملکت نے اس کو ایسے نازک موقع پر ایسے اقدام سے روکا تھا۔ اسی قسم کی نا عاقبت اندیشی کے ثبوت اپنے باپ صولت جنگ کے وقت میں بھی دے چکا تھا۔

اس کی زندگی کے واقعات اور خود اس کے مقرب خاص غلام حسین مصنف سیر المتاخرین کے بیانات سے پتہ چلتا ہے کہ اسے امور مملکت سے کم اور طاؤس و رباب سے زیادہ رغبت تھی۔ نشہ بھی استعمال کرتا تھا اور میدان کارزار میں بھی محفل رقص و سرود کو اپنے ننگ و ناموس اور سلطنت سب سے زیادہ عزیز رکھتا تھا۔ بلدیا باڑی کی جنگ کے موقع پر شام کے وقت اس نے اپنی فوج کے سرداروں کو تو مارچ کرنے کا حکم دے دیا

مگر خود بزمِ ناؤ نوش گرم کرنے کے لئے چلا گیا۔ اور اس وقت تک میدان کارزار کی خبر نہ لی۔ جب تک کہ اس کے اہم سرداران فوج اس کی حماقت سے فنا کے گھاٹ نہیں اتار دیئے گئے۔ حد تو یہ کہ وہ نشہ میں اتنا چور تھا کہ اس کے بہی خواہان سلطنت نقشۂ جنگ کو دِگر گوں دیکھ کر اس کو نشہ کی حالت ہی میں ہاتھی پر سوار کر کے میدان میں لے آئے۔

حاضر علی خاں کی بغاوت اور خادم حسین خاں فوجدار پورنیہ کی کامیابی

سنہ ۱۱۷۰ھ (سنہ ۱۷۵۷ء) تا سنہ ۱۷۶۰ء

سراج الدولہ نے شوکت جنگ کی شکست و قتل کے بعد موہن لال کو پورنیہ کا فوج دار بنایا اور خود مرشد آباد لوٹ گیا۔ جولائی سنہ ۱۷۵۷ء میں سراج الدولہ قتل ہوا۔ سراج الدولہ کے قتل کے بعد ہی پورنیہ میں حاضر علی خاں نے جو صولت جنگ کا درم خریدہ اور داروغہ توپخانہ تھا بغاوت کر دی۔ شہر پر قابض ہو گیا اور موہن لال کو قید میں ڈال دیا۔ اس بغاوت میں اُجیت سنگھ کائستھ نے بھی جو پرگنہ تاج پور سری پور، گوندوارہ اور کاڑھا گولہ کا مالک تھا حاضر علی خاں کی مدد کی۔ حاضر علی خاں نے اسے اس صلے میں (دیوان اور مدار المہام) اپنا وزیر اعظم بنا دیا۔ بغاوت کی خبر پا کر نواب میر جعفر خاں نے حاضر علی خاں کی سرکوبی کی تیاری کی۔ لیکن خادم حسین خاں نے جو صولت جنگ کے ملازمین سے تھا اور وہاں کے راہ و رسم اور حالات سے بخوبی واقف تھا۔ اور وہاں کی حکومت کا خواہش مند تھا۔ میر جعفر کی خوشامد شروع کی اور کہا کہ اگر ہم کو فوجدار بنا دیا جائے تو بغاوت فوراً دبا دیں۔ میر جعفر نے جو ہمیشہ کا آرام طلب اور مدہوش تھا خادم حسین خاں کی درخواست منظور کر لی اور پورنیہ کی فوجداری عطا کی اور میر محمد کاظم کو اس کی مدد پر مامور کیا۔ خود راج محل میں مقیم رہا۔ اور خادم حسین کو پورنیہ روانہ کیا[1]۔

[1] سیر المتاخرین اردو ترجمہ ج ۲ ص ۳۰۸-۹

خادم حسین حاضر علی کے خلاف اٹھ کھڑا ہوا۔ حاضر علی خاں کی اکثر فوجیں غیر تربیت یافتہ تھیں اور اس کو رتن پال منجم نے جس کو سیف خاں اور صولت جنگ سے تعلقہ پورنیہ سے مواضعات بطور عطیہ ملے تھے یہ یقین دلایا تھا کہ میدان اس کے ہاتھ رہیگا۔ لہذا اپنی توہم پرستی کے سبب بالکل مطمئن رہا جب خادم حسین خاں کی فوجیں جو سات ہزار پیدل اور دو تین ہزار سوار پر مشتمل تھی سامنے آئیں تو حاضر علی خاں کی فوج میں سخت ہراس پیدا ہو گیا اور بھگدڑ مچ گئی۔ حاضر علی خاں اپنے پاؤں اکھڑتے ہوئے دیکھ کر نیپال کی طرف بھاگ کھڑا ہوا[1]۔

خادم حسین خاں فوجدار پورنیہ کا پورنیہ لوٹنا

خادم حسین خاں حاضر علی خاں کے فرار کے بعد دسمبر سنہ ۱۷۵۷ء میں مظفر و منصور پورنیہ میں داخل ہوا۔ اس نے صولت جنگ کے محل میں قیام کیا۔ اس نے بہتوں کی جائدادیں ضبط کیں۔ رتن پال منجم کی ناک کاٹی، زمینداروں کو لوٹا اور تھوڑے عرصے میں پوری طرح پورنیہ پر اپنا "سکہ" جما لیا۔

سنہ ۱۷۵۹ء میں خادم حسین خاں کا میرن سے بگاڑ ہو گیا۔ میرن کلایو کی سرکردگی میں شاہ عالم کے مقابلے کو چلا تو خادم حسین کو مدد کے لئے بلایا۔ خادم حسین کو ایک فوج لے کر کاڑھا گولہ کی طرف روانہ ہوا۔ لیکن میرن پر عدم اعتماد کے سبب سے کلایو سے اپنی حفاظت کی ضمانت لی۔ میرن اور خادم حسین گنگا کے بیچ دو الگ کشتیوں پر ملے اور کلایو سے مصالحت کرا دی۔ لیکن یہ مصالحت زیادہ دن تک قائم نہ رہی۔ میرن خادم حسین خاں کو پورنیہ کی فوجداری سے ہٹانے کی فکر میں تھا۔ خادم حسین خاں نے بھی خراج ادا کرنا بند کر دیا۔ اور چھ ہزار فوجوں کے

[1] سیر المتاخرین اردو ترجمہ ج ۲ ص ۳۰۸-۹

ساتھ شاہزادہ شاہ عالم کی حمایت کی دھمکی دی۔ اس کی یہ دھمکی کارگر ہوئی اور میرن نے وعدہ کرلیا کہ خادم حسین پورنیہ کی فوجداری پر برقرار رہے گا۔ اس وعدے پر خادم حسین پورنیہ لوٹ گیا۔

بیرپور کی جنگ اور خادم حسین خاں کی شکست

ذی قعدہ ۱۱۷۳ھ (۱۷۶۰ء) میں خادم حسین خاں نے پھر بغاوت۔ سارے پورنیہ کو لوٹا کھسوٹا۔ چھوٹا بڑا کوئی اس کی دست برد سے نہ بچا۔ اور اپنی فوج کی تعداد ۶ ہزار سے دس ہزار کرلی اور شاہ عالم کی اعانت پر آمادہ ہوا۔ اور حاجی پور پہنچا۔ خادم حسین کے آنے پر کپتان ناکس نے راجا رام نرائن سے کچھ فوج گنگا کے پار بھیجنے کو کہا اور شتاب رائے سے یہ مشورہ کیا گیا کہ انگریزی فوج کی تعداد تھوڑی ہے لہذا جنگ کرنے کے بجائے شب خوں مارا جائے۔ رام نرائن کے جماعہ دار نے اپنی مختصر فوج کو خادم حسین کے لشکر عظیم کے مقابلہ میں حقیر خیال کرتے ہوئے شتاب رائے کو بھی کپتان ناکس کا ساتھ دینے کو منع کیا۔ لیکن شتاب رائے نے نہ مانا۔ اور دو تین سو سوار فراہم کرکے کپتان ناکس کا ساتھ دیا۔ اور یہ دونوں فوجیں جن کی تعداد ڈیڑھ دو ہزار تھی تقریباً آدھی رات کو گنگا پار جاکر شب خوں کے ارادے سے خادم حسین خاں کی خیمہ گاہ کی طرف روانہ ہوئیں۔ لیکن اتفاق سے ہرکارہ راستہ بھول گیا اسلئے شب خوں کا ارادہ ترک کرکے کپتان ناکس کسی جگہ ٹھہر گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد خادم حسین خاں کا لشکر نمودار ہوا اور یورش شروع کردی۔ قریب تھا کہ انگریزی فوجوں میں سخت بھگدڑ مچ جائے لیکن کپتان ناکس اور شتاب رائے نے نہایت استقلال سے جم کر گولہ باری شروع کرائی۔ خادم حسین خاں نے اپنے بخشی میر افضل کو یکبارگی پوری فوج سے حملہ آور ہونے کا حکم دیا جونہی سوار آگے بڑھے انگریزی فوج نے گولیوں کی بوچھار سے انکو مجروح اور نکما کردیا۔ آخرکار

خادم حسین خاں کی ناتجربہ کار اور درماندہ فوج سوئے تدبیر سے منہزم ہوکر نیپال کی طرف بھاگ گئی۔ اس کے چار سو آدمی مقتول ہوئے اور تین ہاتھی اور چار توپیں بھی انگریزوں کے ہاتھ آئیں۔[۱] انگریزوں کا محض معمولی نقصان ہوا یعنی ۱۶ یوروپین مارے گئے۔[۲] واقعہ یہ ہے کہ اسی جنگ سے بادشاہ کا زوال اور انگریزی اقتدار کا عروج شروع ہوتا ہے۔[۳]

خادم حسین خاں کا تعاقب اور میرن کی موت

(۱۱۷۳ھ ۱۷۶۰ء)

خادم حسین خاں جب پورنیہ سے روانہ ہوا۔ میرن اور کرنل کیلاڈ بھی عظیم آباد کی طرف چلا آرہا تھا۔ لیکن ان کے عظیم آباد پہنچنے سے پہلے ہی خادم حسین خاں شکست کھاکر ترہٹ کی طرف روپوش تھا۔ اس لئے یہ دونوں خادم حسین خاں کے تعاقب میں چل پڑے۔ خادم حسین خاں انگریزی اور میرن کی فوج کو دیکھکر خائف ہوگیا۔ اور زندگی سے مایوس ہوکر جنگل کی طرف چل پڑا۔ میرن کی فوج نے پیچھا کیا۔ دو گھڑی رات گزرنے پر سخت بارش اور طوفان شروع ہوا۔ میرن پر بجلی گری۔ اور وہ مع اپنے ساتھیوں کے ہلاک ہوا اور اپنے کئے کا مزہ چکھا۔ اس اجمال کی تفصیل یوں ہے کہ میرن نے اپنے کسی معتمد کو خفیہ طور پر یہ حکم دیا تھا کہ گھسیٹی بیگم اور آمنہ بیگم (سراج الدولہ کی خالہ اور ماں) کو جہانگیر نگر سے مرشد آباد لیجانے کے بہانے سے کشتی پر بٹھاکر بیچ دریا میں غرق کردے۔ جب کشتی چلی اور ان عورتوں کو اپنے غرق ہونے کا یقین ہوگیا تو انہوں نے نماز دوگانہ ادا کی۔ قرآن شریف کو بغل میں لیا۔ دونوں بہن ایک دوسرے سے بغلگیر ہوئیں اور پانی میں گر پڑیں۔ انہوں نے یہ بد دعا کی تھی کہ خدا میرن سے بدلہ لے (یا اس پر بجلی گر پڑے) اس کے بعد ہی میرن پر بجلی گر پڑی۔

---

[۱] اے بروم نے ۸ توپیں لکھی ہیں [۲] اے بروم ہسٹری آف دی بنگال آرمی ا و ۳۴۰،-۱

[۳] سیر المتاخرین اردو ترجمہ جلد ۲ ص ۳۶۶۔

میجر کیلاڈ ناچار واپس لوٹ گیا اور خادم حسین خاں کو ۱۷۶۰ء میں پورنیہ لوٹنے کا موقع ملا۔[1]

میرن نے ایک فہرست میں ڈیڑھ سو دو سو آدمیوں کے نام لکھ رکھے تھے کہ خادم حسین خاں کے تعاقب کے بعد ان کو بھی ہلاک کرے۔[2]

ع "من در چہ خیالم و فلک در چہ خیال"

خادم حسین خاں کا کردار

خادم حسین خاں لالچی، ظالم اور چالاک تھا۔ اس کی بے رحمی اور ظلم کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ سراج الدولہ کی ماں جب اپنے بیٹے کی لاش پر گری ہے۔ تو یہ وہی سفاک اور بے رحم کردار ہے۔ جس نے سراج الدولہ کی ماں کو اس حالت میں زد و کوب کیا ہے۔

[1] ریاض السلاطین میں ہے کہ وہ صوبہ اودھ چلا گیا اور وہیں اس کی موت ہوئی۔

[2] سیر المتاخرین جلد ۲ صہ ۳۶۸

میر قاسم خاں فوجدار پورنیہ ۱۷۶۰ء تا ۱۷۶۳ء

ادمالی صاحب نے لکھا ہے کہ خادم حسین کے بعد پورنیہ کے فوجداروں کا تین سال تک کوئی پتہ نہیں چلا لیکن سیر المتاخرین میں ہے کہ خادم حسین کے بعد میر جعفر خاں نے اپنے داماد میر قاسم علی پسر میر مرتضیٰ حسین بن امتیاز خاں (خالص) کو جو مہابت جنگ کے وقت میں شہامت جنگ کی سرکار میں چند سواروں کا افسر تھا۔ رنگ پور اور پورنیہ کا فوجدار مقرر کیا تھا۔[1]

شیر علی خاں فوجدار پورنیہ ۱۷۶۳ء

میر قاسم کے عہد میں شیر علی خاں پورنیہ کا فوجدار مقرر ہوا۔ شیر علی خاں فخر الدین حسین ولد سیف خاں کے ادنیٰ متوسلین میں سے تھا۔[2] جب میر قاسم انگریزوں سے جنگ پر آمادہ ہوا تو شیر علی نے پورنیہ کی نائب فوجداری پر اپنے بھائی کو مقرر کیا اور خود ۱۷۶۳ء میں نواب میر قاسم کی مدد کو ادھوا نالہ تک بڑھا۔ سیف خاں کے ایک لڑکے روح الدین حسین خاں سپہ دار جنگ نے ان حالات سے فائدہ اٹھا کر ایک ٹوٹی کشتی پر چپکے سے پورنیہ کی راہ لی۔ اور شیر علی خاں کے بھائی سے (نائب فوجدار) پورنیہ کی فوجداری چھین لی۔ شیر علی خاں جنگ کی تاب نہ لا کر خاموش بیٹھ گیا۔

شیر علی خاں اور انگریز قیدیوں کا واقعہ

میر قاسم نے چار عیسائی قیدیوں کو جن میں سے تین کے نام ڈیوس، ڈگلاس اور اسپیڈی تھے۔ پورنیہ بھیج کر شیر علی خاں فوجدار پورنیہ کے چارج میں دیدیا تھا۔ جب قاسم علی خاں نے انگریز قیدیوں کو سزا یابی کے لئے طلب کیا۔ تو شیر علی خاں فوجدار

[1] سیر المتاخرین اردو ترجمہ جلد دوم صہ ۳۷۳ [2] سیر المتاخرین اردو ترجمہ ج دوم صہ ۴۲۱

پورنیہ کو متذکرہ بالا قیدیوں کو پٹنہ بھیجنے کا حکم دیا۔ نواب شیر علی خاں ان قیدیوں کے اخلاق اور عادات سے متاثر تھا۔ لہذا انہیں پٹنہ بھیجنے میں تامل کیا۔ اور ایک خط لکھا جس میں پورنیہ کے عوام اور اسکے درباریوں میں اُن انگریز قیدیوں کی مقبولیت کا اظہار کر کے یہ درخواست کی کہ میر قاسم اپنے حکم کو واپس لیں۔ میر قاسم سخت برافروختہ ہوا اور دوسرا حکم بھجوایا۔ جس میں لکھا کہ اگر تم میں اتنی جرأت نہیں ہے کہ ان کفار باغیوں کے خلاف میرے احکامات کی تعمیل کر سکو تو انہیں فوراً میرے پاس پٹنہ بھیج دو۔ اور ان کو ان کے کرتوت کا پھل مل جائے۔ یہ خط پاتے ہی نواب شیر علی خاں نے اُن انگریز سارجنٹ قیدیوں کو بلا بھیجا اور ڈبڈباتی ہوئی آنکھوں کے ساتھ میر قاسم کے سخت احکام سے مطلع کیا۔ اور دلاسا دیا کہ میر قاسم انہیں رحم کھا کر چھوڑ دے گا۔ اور ۱۳ آدمی کی نگرانی میں ایک کشتی پر بٹھا کر پٹنہ روانہ کر دیا۔ کشتی جب گنگا پہنچی تو محافظ دستہ کو چقمہ دیکر قیدی سارجنٹ بھاگ نکلے، اور اودھانالہ جاکر میجر آدم کی فوج میں جا ملے[1]

میر روح الدین حسین خاں بہادر سپہدار جنگ فوجدار پورنیہ

تا ۱۷۶۶ء

جس زمانے میں میر قاسم خاں سے انگریزوں کی جنگ اودھوانالہ پر ہو رہی تھی اور شیر علی خاں فوجدار پورنیہ میر قاسم کی مدد میں انگریزوں کے خلاف برسر پیکار تھا میر روح الدین حسین خاں سپہدار جنگ پسر نواب سیف خاں فوجدار پورنیہ میر قاسم کے دربار سے وابستہ تھا اور قلیل تنخواہ پاتا تھا۔ اس نے جب میر قاسم کے زوال کے آثار دیکھے تو خفیہ طور پر ایک شکستہ کشتی پر مونگیر سے پورنیہ کے لئے روانہ ہوگیا۔ رات کی تاریکی میں سوراندی پہنچا اور پیرزادہ مہدی بیگ کے مکان میں اُترا۔ مہدی بیگ نے اسکا اپنے ہاں قیام خلاف مصلحت اور خطرناک سمجھا اور پورنیہ سے چلے جانے کی رائے دی بالآخر سپہدار جنگ

[1] History of the Bengal Army. Vol.1. P-392

مہدی بیگ کے مشورے سے اسی کشتی پر جو کوسی اور سوڑا ندی کے سنگم پر پورنیہ سے چار پانچ میل کی مسافت پر جو تھی مخفی طور پر رہنے لگا اور اودھوانالہ کی جنگ کے حالات معلوم کرتا رہا۔ جب اودھوانالہ پر میر قاسم کی شکست کا حال معلوم ہوا تو پورنیہ پہونچکر مہدی بیگ کے گھر آیا اور اپنے حمایتیوں کو بلایا۔ چونکہ سپہدار جنگ کا باپ سیف خاں پورنیہ پر تیس[30] برس حکمرانی کر چکا تھا۔ اور چونکہ یہ صولت جنگ کا داماد بھی تھا، پورنیہ کے لوگ اس سے اچھی طرح متعارف تھے۔ پو پھٹتے ہی پورنیہ پر قابض اور دخیل ہوگیا۔ شیر علی خاں کا نائب مغلوب ہو کر گرفتار ہوا۔ سپہدار جنگ پورنیہ کی حکومت پر قابض ہوگیا۔

ان کاموں سے فراغت کے بعد اس نے ایک کشتی کو پکڑ کر منگایا جو زر کثیر تقریباً دو لاکھ روپے سے لد کر شیر علی خاں کے پاس اودھوانالہ بھیجی جا رہی تھی۔

بعض مؤرخین لکھتے ہیں کہ اس کے باپ کے سینکڑوں نمک خوار اور زیر بار احسان پورنیہ میں موجود تھے لہذا ان میں سے قابل اعتماد لوگوں کو بلا کر اپنا مافی الضمیر ظاہر کیا۔ صبح ہوتے ہی سپہدار جنگ نے گوردیال سنگھ کو بُلایا جو سپہدار جنگ کے خاندان کا پروردہ اور شیر علی کی طرف سے پورنیہ کا متصدی اور کارپرداز تھا۔ وہ سپہدار جنگ کے ارادوں سے ناواقف ہونے کی بنا پر حاضر ہوگیا۔ اس کو قابو میں لانے کے بعد شیر علی خاں کے نائب کو بھی گرفتار کیا۔ اس نے کوئی چارہ کار نہ دیکھکر اطاعت کی۔ اس کے بعد سپہدار جنگ پورنیہ کے مسند حکومت پر بیٹھا۔ نیز ان کاموں سے فارغ ہوا تو اس نے ایک کشتی کو جس پر دو لاکھ روپے لدے ہوئے تھے اور شیر علی خاں کے بھائیوں کے ذریعے شیر علی خاں کے پاس نہر اودھوا کی جنگ کے اخراجات کے لئے بھیجے جا رہے تھے پکڑوا کر منگوایا۔

اِن کاموں سے فراغت کے بعد سپہدار جنگ نے میر جعفر اور انگریزوں کے میجر آڈمس کے پاس مبارکباد کے خطوط لکھے۔ چوں کہ میر جعفر کو ابھی عالی جناہ

(میر قاسم) سے لڑنا باقی تھا۔ اس کی تالیف قلب کے لئے پورنیہ کی ایالت اور حکومت کی سند سپہدار جنگ کو بھیج دی۔ لیکن دو تین سال سے زیادہ اس پر قائم نہ رہ سکا۔[1]

میر روح الدین حسین خاں سپہدار جنگ لاابالی عیاش اور خود رائے آدمی تھا۔ اور رات دن عیش و عشرت میں غرق رہتا تھا۔ حکمرانی اور انتظام ملک کے معاملے میں سست اور بے پرواہ تھا۔ لہٰذا اس نے اپنے باپ سیف خاں فوجدار پورنیہ کے پیرزادے مسمی آقا عسکر علی کو عسکر علی خاں کا خطاب دیا اور اپنا نائب اور مدار المہام بنا دیا۔ آقا عسکر علی خاں شاہ مصطفےٰ قلی کا ناتی تھا۔ شاہ صاحب موصوف سیف خاں فوجدار پورنیہ اور شاہ شکر اللہ قادری کے پیر تھے۔ عسکر علی خاں مکار اور فریبی آدمی تھا۔ اور چونکہ سپہدار جنگ اس پر اعتماد کامل رکھتا تھا۔ اور اسکی خوشامد اور چاپلوسی سے بالکل اندھا ہوگیا تھا۔ عسکر علی خاں جو چاہتا تھا اس سے کراتا اور خود بھی کرتا تھا نتیجہ یہ ہوا کہ پورنیہ کا انتظام بالکل ناگفتہ بہ ہوگیا۔ مرشد آباد جس قدر سالانہ رقم بھیجنی پڑتی تھی وہ بھی ادا نہیں ہوسکتی تھی۔ اسی لئے نظامت مرشد آباد کے عملگان سخت بیزار تھے۔ آخر کار ایک مرتبہ حسین قلی خاں نے بھی جو اس کے چچا سیف علی خاں کا خواجہ سرا تھا سپہدار جنگ کو سمجھایا بجھایا جس کی وجہ سے سپہدار جنگ نے عسکر علی خاں کو معزول کر کے انتظام کو خود سنبھالا۔ مگر پھر بھی کچھ عرصہ کے بعد عسکر علی خاں کو بحال کر دیا اور خود داد عیش دینے لگا۔ نوبت یہاں تک پہونچی کہ نواب میر محمد رضا خاں مظفر جنگ نے اپنی نظامت کے دور میں سپہدار جنگ کو پورنیہ کی فوجداری سے ہٹا دیا اور رائے سوچیت سنگھ کو اس کی جگہ مقرر کیا۔[2]

رائے سوچیت سنگھ فوجدار پورنیہ ۱۷۶۶ء تا ۱۷۶۷ء

میر محمد رضا خاں مظفر جنگ نے سپہدار جنگ فوجدار پورنیہ کو معزول کر دیا اور رائے سوچیت سنگھ

[1] سیر المتاخرین اردو ترجمہ ج دوم ص ۴۴۷
[2] " " " "

کو اس کی جگہ دی۔ اور سپہدار جنگ کے لئے پانچ ہزار روپے ماہواری کے حساب سے ستر ہزار روپے سالانہ مقرر کر دیا یہ ایک سال تک فوجدار رہا اور معزول و مقید ہوا۔[1]

رضی الدین محمد خاں فوجدار پورنیہ

رائے سوچیت سنگھ کی معزولی کے بعد رضی الدین محمد خاں پورنیہ کا فوجدار مقرر ہوا۔ مگر یہ بھی ٹک نہ سکا۔ اس کے بعد محمد علی خاں فوجدار مقرر ہوا۔[2]

محمد علی خاں فوجدار پورنیہ

رضی الدین محمد خاں کے بعد نواب میر محمد رضا خاں مظفر جنگ نے اپنے بھائی محمد علی خاں کو پورنیہ کا فوجدار بنایا یہ ہوگلی اور اسلام آباد کا بھی فوجدار تھا۔ محمد علی خاں[3] پورنیہ ہی میں مرگیا۔ یہ پورنیہ کا آخری فوجدار تھا اس کے بعد ۱۷۷۰ء میں مسٹر ڈوکیرل نے پورنیہ کی حکومت کی باگ ڈور سنبھالی۔

محمد علی خاں آخری فوجدار پورنیہ کے وقت پورنیہ کا حال ۱۷۷۰ء

خشک سالی غلے کی قلت اور مہنگائی کے سبب ۱۷۷۰ء کے اپریل میں ضلع میں اتنا بڑا زبردست قحط پڑا جس کے بیان سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

فاقے سے بچوں کو بیچنے کے لئے بازار میں لایا جاتا مگر کوئی خریدار نہ ہوتا۔ روزانہ شہر اور دیہات میں بکثرت لوگ مرتے۔ حال یہ تھا کہ مسٹر ڈکرل کے پورنیہ آنے کے تین دن بعد صرف شہر پورنیہ میں ایک ہزار موتیں ہوئیں۔ لاشوں کو دفن کرنے والے نہیں ملتے تھے۔ اور لاشوں کو روزانہ گیدڑ اور گدھ کھا جاتے تھے۔ اونچی اور بلواہی زمینوں

[1] سیر المتاخرین جلد ۲ ص ۴۴۷ }
[2] " " }
[3] پورنیہ کے آخری فوجدار محمد علی خاں شاعر بھی تھے اور مائل تخلص کرتے تھے۔ مزید حالات آگے آئیں گے (الکمل)

کے لوگ آدھے سے زیادہ موت کے گھاٹ اتر گئے تھے اور پورنیہ ضلع کی تقریباً ۱/۴ آبادی قحط کی نذر ہو گئی۔ ۹ رمئی ۱۷۷۰ء کو صدر اور کونسل نے ڈائرکٹر آف ایسٹ انڈیا کمپنی کو جو بیان دیا ہے۔ اس کے مطابق قحط، موتیں اور گداگری کا یہ حال تھا جو احاطۂ بیان میں نہیں لایا جا سکتا۔ اور ضلع کی ۱/۳ آبادی قحط کی نذر ہو گئی تھی۔

خشک سالی کا یہ عالم تھا کہ محمد رضا خاں مظفر جنگ لکھتے ہیں "تالاب، ندی نالے، سوکھے پڑے ہیں۔ پانی کی دستیابی روز بروز دقت طلب ہوتی جا رہی ہے۔ اس کے علاوہ پورے ضلع میں آتش زدگی کی خوفناک وارداتیں ہوتی رہی ہیں۔ راج گنج، دیوان گنج (ضلع دیناج پور) اور پورنیہ میں جو کچھ غلے تھے وہ آتش زدگی کی نذر ہو گئے۔

۱۳ دسمبر ۱۷۷۰ء کو مسٹر ڈوکیرل نے جنہوں نے ہر پرگنے کا ذاتی مشاہدہ کیا تھا جو بیان دیا ہے اس کا اقتباس حسب ذیل ہے۔ "پیداوار مطلق نہ ہونے یا برائے نام ہونے کے سبب سے لوگ مر کھپ گئے، یا دوسری جگہوں کو منتقل ہو گئے ہیں۔ زمینیں غیر آباد پڑی ہیں، خصوصاً حویلی پورنیہ جس میں تقریباً ایک ہزار گاؤں ہیں زیادہ متاثر ہیں۔ گذشتہ قحط میں شہر پورنیہ کی آبادی بہت گھٹ گئی ہے۔ شہر کا ایک معتدبہ حصہ جنگلات میں بدل گیا ہے اور جنگلی جانوروں کی آماجگاہ بنا ہوا ہے۔ مختلف پرگنات سے جو حالات مجھے معلوم ہوئے ہیں۔ ان کے پیش نظر ضلع میں تقریباً ۲ لاکھ آدمی قحط سے مرے ہیں۔ قحط سے دھرم پور پرگنہ کی تقریباً چوتھائی آبادی ویران ہو گئی تھی اور سارا ضلع قحط کے ہولناک نتائج سے دوچار تھا۔ اور اس کے نتائج اتنے دور رس ہوئے تھے کہ ۱۸ سال کے بعد ۱۷۸۸ء میں بھی اکثر زمینیں بیکار پڑی تھیں[1]

[1] ماخوذ از بنگال ڈسٹرکٹ گزیٹیر پورنیہ مؤلفہ اومالی ص ۹۷

محمد علی خاں بہادر مائل شیرازی
اور
اُن کے پس ماندگان

محمد علی خاں بہادر پورنیہ کے آخری فوجدار تھے جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ محمد رضا خاں بہادر مظفر جنگ نائب ناظم بنگالہ کے بھائی اور حکیم ہادی خاں عقیلی شیرازی کے لڑکے تھے۔ خود شاعر بھی تھے اور علم و ادب کے مربی و سرپرست بھی۔ شاعری میں مائل تخلص فرماتے تھے۔ ان کی وفات پورنیہ ہی میں ۱۲۱۷ھ ہوئی۔ اور یہیں مدفون ہیں۔ خشکی باغ پورنیہ میں کٹیہار موڑ سے کچھ ہی دور پورب اور کاڑھا گولہ دارجلنگ روڈ سے متصل محلہ ناگیسر باغ عبداللہ نگر میں ایک قدیم قبرستان برآمد ہوا ہے جس میں کئی پتھر کے کتبے بھی نکلے ہیں۔ جس میں سے ایک محمد علی خاں اور ایک اُن کے لڑکے احمد علی خاں بہادر کے مزار کا بھی ہے۔

آخری فوجدار پورنیہ محمد علی خاں مائل شیرازی کے مزار کا کتبہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سالکان را رہنمائے نیست جز پیر مغاں ۔ عاقبت مائل بدرگاہش پناہے برد و رفت

قطعہ مرقومۃ الفوق من غزلیات مائل شیرازی یعنی ھذا المدفون مرحوم مغفور حسب الوصیت تسوید یافت

امیر خردمند فیاض دوراں ؛ چو شد زیں جہاں سوئے جنت خراماں

بتعظیم تاریخ او گفت رضواں ؛ بفردوس آ اے محمد علی خاں

۱۲۱۷ھ

شعر مندرجہ بالا سے ظاہر ہوتا ہے کہ محمد علی خاں مائلؔ راہ سلوک میں بھی گامزن ہونگے اور کسی خدا رشیدہ بزرگ سے ان کو بیعت کا تعلق بھی ہوگیا ہوگا۔ اور ان سے گہری عقیدت و محبّت کی بنار پر اپنے دیوان کی کسی غزل کے مقطع کو اسی لیۓ اپنے لوحِ مزار پہ کندہ کرانے کی وصیّت کی۔

ظاہر ہے محمد علی خاںؔ مائلؔ تخلص فرماتے تھے اور جیسا کہ کتبہ سے ظاہر ہے وہ فارسی زبان کے شاعر تھے۔ ممکن ہے اُردو میں بھی ان کا کلام ہو۔ ان کے فارسی اور اردو کلام کی تلاش کی جارہی ہے۔

ان کا عہد فوجداری ۱۱۷۰ھ تک رہتا ہے اور ۱۲۱۷ھ یعنی تقریباً ۱۸۰۲ء ۱۱۸۳ھ تک وہ بقیدِ حیات رہتے ہیں۔ میر حسن نے اپنے تذکرے میں میر مستقیم جرأت کے متعلق لکھا ہے کہ سُنا جاتا ہے کہ پورنیہ میں زندگی گزار رہے ہیں۔

میر مستقیم سیّدزادۂ عالی ہمت، المتخلص بہ جرأت

از نوجوانان محمّد شاہی ست، بندہ اورا در صغر سن بشاہ

جہاں آباد دیدہ ام۔ بسیار خوش رو بود کہ بے اختیار دل راہی ربود۔ حالا شنیدہ ام کہ بہ طرف پورنیہ بہ لباس درویشی بسر می برد۔

تذکرہ میر حسن تقریباً ۹۲-۱۱۸۸ھ میں لکھی گئی ہے۔ جرأت اس زمانہ میں پورنیہ میں تھے۔ یہ زمانہ پورنیہ کے آخری فوجدار محمد علی خاںؔ مائل کا زمانہ تھا۔ لہذا ہوسکتا ہے۔ جرأت محمد علی خاں مائلؔ کے دربار سے والستہ رہے ہوں۔

احمد علی خاں بہادر پسر محمد علی خاں بہادر فوجدار پورنیہ

احمد علی خاں بہادر محمد علی خاں بہادر مائل شیرازی کے لڑکے تھے ۱۸۰۸ء میں جب بکانن نے پورنیہ اکاؤنٹ لکھا ہے۔ انہوں نے احمد علی خاں بہادر کے متعلق لکھا ہے کہ وہ ایک شاندار محل میں رہتے ہیں۔ اور ڈیوڑھی بھی بڑی عالی شان ہے۔

احمد علی خاں بہادر کی موت۔ پنجم شہر قعدہ ۱۲۵۸ھ ہجری روز پنجشنبہ مطابق ۲۴ ماہ اگہن ۱۲۵۰ھ ملکی میں ہوئی۔ اور وہ بھی متذکرہ بالا قبرستان میں مدفون ہیں۔ ان کے مزار کا جو کتبہ برآمد ہوا ہے۔ اس کی نقل حسب ذیل ہے۔ کتبہ سے ان کی عمر ہفتاد سال (۷۰ سال) معلوم ہوتی ہے۔ لہذا سنہ پیدائش تقریباً ۱۱۸۸ھ نکلتا ہے۔ نقل کتبہ:-

اے دریغ احمد علی خاں بہادر اے دریغ — زیں جہانِ فانی مفرور شد

زیست در دنیا چو او ہفتاد سال — بر تماشائے جہاں مامور شد

زیں فضیلت بر ہمہ اہلِ جہاں — روز روشن چو شب دیجور شد

زیں خراب آباد از اندوہ و رنج — رفت او و از احبّا دُور شد

جبرئیل از بہتر دفنش در بہشت — در پئے استبرق و کافور شد

از فروغ رُوح او عالی جناب — جنت الماوٰی سراسر نور شد

گفت تاریخ وفاتش پیر عقل — با علی و مصطفٰے محشور شد

در ہزار و دو صد و پنجاہ و ہشت

رفتہ در جنت کنارہ حُور شد

تاریخ پنجم شہر ذی قعدہ ۱۲۵۸ھ روز پنجشنبہ مطابق بست و چہار ماہ اگہن ۱۲۵۰ھ ملکی۔

آغا سیف اللہ خاںؔ پسر احمد علی خاںؔ بہادر

احمد علی خاں بہادر کے صاحبزادے تھے اور پورنیہ کے آخری فوجدار آغا محمد علی خاںؔ مائل شیرازی کے پوتے تھے۔ تعلقہ بشنپور پرگنہ کوٹلی پورنیہ ان کی زمینداری میں تھی اور ان کی موت کے متعلق اوماؔلی صاحب نے لکھا ہے کہ ۲۰ سال قبل مر گئے تھے۔ اومالی نے ۱۹۱۱ء میں پورنیہ گزیٹیر لکھا ہے اس حساب سے لگ بھگ ۱۸۹۱ء میں وہ مر گئے۔

مسٹر اومالی صاحب نے لکھا ہے کہ عمائدین شہر پورنیہ میں ان کا مقام ممتاز ہے [1]
آغا سیف اللہ خاں کو کوئی اولاد نہ تھی۔ لہٰذا ان کی جائداد کی وارث ان کی بھتیجی
بی بی قمر النساء خانم ہوئیں۔

بی بی قمر النساء خانم

بی بی قمر النساء خانم ضلع پورنیہ کے آخری فوجدار آغا محمد علی خاں مائل شیرازی کے خاندان کی آخری شمع تھی۔ ان کی شادی سید رضا علی خان بہادر سے ہوئی تھی۔ جو مظفر نگر (یو-پی) کے باشندہ تھے۔ بی بی قمر النساء خانم لاولد تھیں اور ان کے شوہر کی وفات پر کل جائداد کی مالکہ تھیں مسٹر اومالی صاحب مؤلف ڈسٹرکٹ گیزیٹیر پورنیہ نے لکھا ہے کہ قمر النساء خانم کو بینی رسل پور اسٹیٹ (نزد سالماری) ضلع کٹیہار کی حفیظ النساء کی جائداد کا بھی چار آنہ ۸ گنڈہ حصہ ملا تھا۔ اس سے بینی رسل پور اور قمر النساء کے خاندانی لگاؤ کا پتہ چلتا ہے [2]۔ قمر النساء خانم نے بہت سی جائدادیں کار خیر کے لئے وقف کی ہیں، ایک مسجد بھی پورنیہ شہر میں بنوائی تھی۔ جو پورنیہ سیٹی تھانہ سے دکھن پچھم موجود ہے اس کا ذکر بھی کسی مضمون میں تفصیل سے کیا جائے گا۔ خانم مذکور نے اپنی جائداد کا کچھ حصہ سید اسد رضا کو بھی لکھ دیا تھا۔ سید اسد رضا سید رضا علی خاں بہادر یعنی قمر النساء خانم کے شوہر کے لڑکے تھے اور پہلی بیوی کے بطن سے تھے۔ سید اسد رضا خاں بہادر کی کوٹھی اور احاطہ اب بھی موجود ہیں۔ علم وادب سے شغف رکھتے تھے اور شعراء ادباء کی سرپرستی بھی فرماتے تھے۔ ان کی ایک لائبریری بھی تھی۔ جس میں کافی قلمی اور مطبوعہ کتابوں کا ذخیرہ تھا،

[1] بنگال ڈسٹرکٹ گیزیٹیر اومالی صفحہ ۱۵۱۔
[2] ״ ״ ״ ״ صفحہ ۱۶۳

جن میں سے بعض کا تذکرہ راقم نے النساں اخبار کشن گنج، پورنیہ (بہار) کی ایڈیٹری کے زمانے میں شائع شدہ "پورنیہ نمبر"، مطبوعہ ۱۹۵۵ء کے مخطوطات والے مقالہ میں کیا ہے۔ خود شاعر تھے یا نہیں راقم کو علم نہیں مگر سخن فہم اور سخن سنج ضرور تھے اور علم وادب سے شغف رکھتے تھے۔ ان کے زیر صدارت متعدد مشاعروں کا پتہ پورنیہ میں دستیاب شدہ بعض قلمی مسودات سے چلتا ہے۔ انجمن اسلامیہ پورنیہ کے قیام میں بھی شریک تھے [1] سید اسد رضا کے بعد بھی علمی وادبی مجلسیں اور مشاعرے پورنیہ میں ہوتے رہے اور مقامی وغیر مقامی شعراء داد سخن دیتے رہے۔ ان کی لائبریری کی کتابیں مختلف مقامات پر اکے دکے اب بھی ملتی ہیں۔ جن پر ان کی لائبریری کی مہر ثبت ہے۔

---

[1] رپورٹ انجمن اسلامیہ پورنیہ ۱۹۵۳ء تا ۱۹۶۱ء مطبوعہ جہانگیر پریس کشن گنج پورنیہ صفحہ ۴

باب دوم

فوجداروں کے عہد میں پورنیہ شہر کے محلات

فوجداروں کا پایۂ تخت شہر پورنیہ تھا جو آج پورنیہ سٹی اور پورنیہ سٹی کا حصّہ کہلاتا ہے۔ ان فوجداروں کے وقت میں پورنیہ سٹی میں کتنی ہندو مسلم آبادی تھی اور مسجدوں مندروں کی تعداد کیا تھی اس کا صحیح پتہ تو اب تک نہیں چل سکا ہے۔ لیکن تاریخ کی کتابوں اور اس ضلع کے گزیٹیر سے پتہ چلتا ہے کہ اس شہر میں فوجداروں کے وقت میں تقریباً چالیس محلّے آباد تھے۔ جن کے نام یہ ہیں :-

محلے : چمنی بازار، میاں بازار، کنہواں بازار۔ عالم گنج، خلیفہ چوک۔ خلیل چوک۔ آسمانی چوک۔ مسوانی چوک۔ عثمانی چوک۔ سعید علی چوک۔ جون پور۔ مہدی پور۔ سید بارا۔ پیر میاں کی ڈیوڑھی۔ برنیا۔ اسمتھ بازار۔ دلیہار پٹی۔ جعفری باغ، کبونلا پور۔ چاندنی چوک۔ عیش باغ۔ نگینہ باغ۔ پائین باغ۔ ناگیسر باغ، گلاب باغ، بخشی بازار۔ حسین آباد۔ خشکی باغ۔ عبداللہ نگر۔ للّی کی چھاؤنی۔ شیام سندر کی چھاؤنی۔ مرغیان ٹولی۔ خیمہ دوز ٹولی۔ لال باغ، رام باغ۔ بیگم ڈیوڑھی۔ میندھا خانہ۔ مہراج گنج وغیرہ۔

آبادی مسٹر فرانسس بکانن ہملٹن نے پورنیہ شہر کو اٹھارہ سو سات عیسوی (۱۸۰۷ء) میں دیکھا ہے۔ سترہ سو ستّر (۱۷۷۰ء) میں پورنیہ پر سے مسلمان کا تسلط ختم ہوتا ہے یعنی پورنیہ پر

مسلمانوں کے اقتدار سے تقریباً سینتیس (۳۷) سال بعد اس نے پورنیہ شہر کا معائنہ کیا ہے اور اس پر اپنا نوٹ دیا ہے۔ اس کے تخمینہ کے مطابق پورنیہ شہر کی آبادی اٹھارہ سو سات (۱۸۰۷ء) میں لگ بھگ پچاس ہزار تھی۔ اس سلسلے میں یہ بات بھی پیش نظر رکھنی چاہیے کہ سترہ سو ستر (۱۷۷۰ء) عیسوی میں پورنیہ ضلع میں اتنا سخت قحط پڑا تھا کہ پورے پورنیہ ضلع کی تقریباً دو لاکھ آبادی موت کے گھاٹ اتر چکی تھی اور پورنیہ شہر کا یہ حال تھا کہ ہزاروں لاشیں بے گور و کفن اِدھر اُدھر پڑی ہوئی دکھائی دیتی تھیں[1] لہٰذا یہ بات بالکل صاف ہے کہ جب ۱۸۰۷ء اٹھارہ سو سات عیسوی میں پورنیہ شہر کی آبادی پچاس ہزار تھی تو ۱۷۷۰ء سنہ ۱۷۷۰ء اور اس سے پہلے آبادی یقیناً زیادہ رہی ہوگی۔

بکانن صاحب نے شہر کا رقبہ نو مربع میل لکھا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ یہ شہر یعنی پورنیہ شہر لندن شہر کے نصف سے زیادہ ہے[2]

(A space equal to more than half of London)

اور بنگال کے بہترین دیہی شہروں میں سے ایک ہے۔

طرزِ معاشرت بکانن صاحب مزید تحریر فرماتے ہیں کہ اس شہر میں مسلمانوں کے طرزِ معاشرت کا چلن ہے۔ وہی تحریر فرماتے ہیں کہ کہا جاتا ہے کہ پچاس مؤذن اس شہر میں اذان دیتے ہیں اور دو ہزار مسلمان ان مؤذنوں کی آواز پر نماز کے لئے جمع ہوا کرتے ہیں[3]

عبادت گاہیں جیسا کہ ان کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے۔ انھوں نے اس سلسلے میں خود کسی تحقیقات کی زحمت گوارا نہیں کی ہے۔ محض سُنی ہوئی باتوں پر مسجدوں کی تعداد پچاس لکھ دی ہے۔ مگر ان کے بیان سے اتنا اندازہ ضرور ہوتا ہے کہ پورنیہ شہر میں اس وقت

---

[1] پورنیہ گزیٹیر ص ۵۲ [2] بکانن اکاؤنٹ آف پورنیہ مرتبہ جیکسن ص ۹۶ [3] " " " " ص ۱۹۳

(۱۸۰۷) میں پچاس مسجدوں سے کم نہیں رہی ہونگی۔ کیونکہ فوجداروں کے آخری دور میں یہ شہر نو مربع میل پر پھیلا ہوا تھا۔ اور اس کے تقریباً چالیس محلے تھے اور خود ان کا بیان ہے کہ خاص شہر پورنیہ میں مسلمانوں کے تہذیب و تمدّن اور طور طریقوں کا غلبہ ہے اور وہ مذہب کے سختی سے پابند ہیں ۱؎ لہذا چالیس محلوں میں اور پچاس ہزار کی آبادی میں پچاس مسجدوں کا ہونا بعید نہیں ہے۔

آگے چل کر مسلمانوں اور ہندوؤں کی نجی (Private) عبادت گاہوں کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے لکھا ہے کہ ہندوؤں کی نجی عبادت گاہیں اس شہر میں پانچ ہیں اور مسلمانوں کی دس۔ کیوں کہ اس شہر میں مسلمانوں کے تہذیب و تمدّن کا چلن ہے ۲؎۔ انہوں نے یہ بات صاف نہیں کی ہے کہ اُن نجی مسجدوں کو ملا کر یا اُن کے علاوہ پچاس مسجدیں تھیں۔ مگر قرینِ قیاس ہے کہ یہ نجی مسجدیں ان کے علاوہ ہوں گی۔ جنہیں خاص خاص لوگوں نے اپنی رقم سے بنوائی ہوں گی۔ اس طرح کل مسجدوں کو تعداد ساٹھ سے کم نہیں تھی۔

ہندوؤں اور مسلمانوں کی کس کس عبادت گاہ کے متعلق انہوں نے لکھا ہے یہ تو نامزد نہیں ہے۔ مگر عطیبہ جمال خاں کی مسجد کو قابل ذکر گردانا ہے۔ ان کے بیان سے مترشح ہوتا ہے کہ ہندوؤں کے پانچ مندروں اور مسلمانوں کی دس پختہ مسجدوں کو اس نے خود دیکھا ہوگا۔ اور ان مسجدوں میں ان کو عطیبہ جمال خاں کی مسجد سب سے بہتر معلوم ہوئی ہوگی۔ اس وقت تک بھی یہ مسجد غیر آباد اور شکستہ حالت میں موجود ہے۔

۱؎ بکانن۔ اکاؤنٹ آف پورنیہ مرتبہ جیکسن صفحہ ۸۹-۱۸۸

۲؎ ؍؍ ؍؍ ؍؍ صفحہ ۶۰

قدیم پورنیہ شہر، پورنیہ کے آخری فوجدار کے بعد

فرانسس بکانن کا بیان

پورنیہ کے آخری فوجدار محمد علی خان بہادر سنہ ۱۷۷۰ء تک پورنیہ کے فوجدار رہے۔ اُسی سال پورنیہ پر انگریزوں کا قبضہ ہوگیا اور فوجداروں کا سلسلہ ختم ہوگیا۔

فرانسس بکانن ہملٹن نے سنہ ۱۸۰۸ء میں پورنیہ کا اکاؤنٹ لکھنا شروع کیا ہے۔ یعنی اس نے پورنیہ کے آخری فوجدار محمد علی خاں کے ۳۸ سال بعد پورنیہ شہر کا معائنہ کیا ہے۔ اس وقت پورنیہ شہر کس حال میں تھا۔ اس کے بیان سے ظاہر ہوگا۔

"رنگپور کی طرح پورنیہ شہر بھی بہت زیادہ منتشر ہے اور سونکرہ دریا کے دونوں کنارے مختلف منتشر حصوں پر بٹا ہوا ہے۔ گرچہ یہ شہر ۳ مربع میل پر پھیلا ہوا ہے لیکن اس کے زیادہ تر حصہ میں درخت، باغات اور کھلے میدان ہیں۔ چونکہ زمین اتنی ناکارہ ہے کہ اس میں کاشت نہیں ہوتی۔ دریائے سونکرہ کے پوربی کنارے پر ٹاون کا سب سے زیادہ گھنی آبادی کا حصہ ہے جو مختلف ناموں سے پکارا جاتا ہے۔ جس کے متعلق کوئی دو آدمی بھی متفق الرائے نہیں ہیں۔ اس گنجان حصّہ میں ایک کشادہ اور قدرے سیدھی سڑک ہے یہ بہت عمدہ بنی ہوئی ہے۔ اور پورب پچھم تقریباً نصف میل ہے۔ اس سڑک کے متوازی دو اور سڑکیں ہیں۔ جن کو بہت سی گلیاں ملاتی ہیں۔ یہ گلیاں بہت بے قاعدہ اور بے ڈھنگی سی ہیں۔ گرچہ بعض بہت عمدہ اور عالیشان مکانات ان کے پیچھے بنے ہوئے ہیں۔ جن تک پہنچنے کے لئے ان تنگ و تاریک گلیوں کے سوا راستہ نہیں ہے۔ ایک چھوٹی مگر عمدہ سڑک مین روڈ سے اتر کی جانب اس کے پوربی کنارے تک جاتی ہے۔ یہ حصہ بانسوں اور جھاڑیوں سے گھرا ہوا ہے۔ ان کے درمیان بہت سے جھونپڑے ہیں اور کچھ اچھی رہائش

گاہیں بھی ہیں۔

پختہ مکانات یہ خیال کیا جاتا ہے کہ یہ شہر سو (۱۰۰) رہائشی مکانات اور ۰، پختہ دکانوں پر مشتمل ہے اور ۲۰۰ مکانات ایسے ہیں جن پر کھپریل کی چھتیں ہیں۔

عالیشان عمارتیں اس شہر میں دو مکانات بہت عمدہ اور عالیشان ہیں جن میں ایک بیدناتھ کی ملک ہے جو پہلے ایک تاجر تھا اور ضلع کے خاص محال کا منیجر تھا۔ دوسرا عمدہ اور عالیشان مکان حسن رضا کا ہے جو محمد رضا کے لڑکے ہیں۔ یہ محمد رضا ایک ایرانی عہدہ دار تھے جو نادر شاہ کی فوج میں تھے اور تنگ آکر بنگال میں بس گئے۔

ان مکانوں کے علاوہ تقریباً تینتیس ۳۳ مکانات جو مقامی لوگوں کے ہیں کسی حد تک اچھے ہیں۔ یہ لوگ تاجر ہیں اور لاخراج اسٹیٹ کے مالک ہیں۔

مسجدیں اور مندر اس شہر میں مسلمانوں کی دس پختہ مسجدیں ہیں اور ہندؤں کے پانچ پختہ مندر ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس شہر میں مسلمانوں کے تہذیب و تمدن کا زیادہ چلن ہے پورے شہر میں عطیہ جمال خاں کی مسجد ہی ایک ایسی مسجد ہے جو قابل ذکر ہے اس کی مرمت کام چلاؤ حد تک ہوتی ہے ایک مؤذن بھی مقرر ہے۔

سڑکیں اور پل قیدیوں کی بنائی ہوئی کافی کام چلاؤ سڑکیں پورے شہر میں پھیلی ہوئی ہیں۔ لیکن یہاں پُلوں کی بڑی کمی ہے۔ سونگرہ کا پل اُن سب پُلوں کے مقابلے میں بہتر ہے جو میں نے اپنے سفر کے دوران میں دیکھے ہیں۔

حویلی تھانہ (ڈویژن) کے معمولی ٹاؤن پورنیہ کے علاوہ بی بی گنج، قصبہ، اکنہ، مانگھو رضی گنج، بیلوری، گوپال گنج، بوڑھی، دھن گھٹا، اور بسیٹھی، حویلی تھانہ کے چھوٹے چھوٹے شہر ہیں۔

آخری فوجدار کے لڑکے احمد علی خاں بہادر پورنیہ کے قریب مسلمانوں کے شان و شوکت کو ظاہر کرنے والی کوئی یادگار دکھائی نہیں دیتی ہے۔ گرچہ پورنیہ

کے آخری نواب کے صاحب زادے یہیں مقیم ہیں اور ان کی رہائش گاہ عمدہ ہے۔

مقبرہ مقبرہ باغ میں جو شہر سے ایک میل اتر ہے نوابوں کے خاندان کے بہتیرے افراد کے مزارات ہیں وہ کبھی بھی عالیشان نہیں رہے ہوں گے۔ اب تو خستہ حال ہو گئے ہیں مگر جب بنے ہوں گے ان میں امراء اور صاحب اقتدار مدفون ہونگے۔

اس مقبرے میں سب سے بڑا مقبرہ اسفندیار خاں کی بیگم کا ہے جو بڑی بیگم کہلاتی ہے۔

پورنیہ شہر کے مفصل دریائے سونگرہ کے اسی کنارے پر کچھ دور دکھن عبداللہ نگر آباد ہے جو ایک الگ تھلگ بسا ہوا مفصل ہے ایک دوسرا مفصل شہر سے اتر ہے۔ جو میاں بازار کہلاتا ہے سونگرہ ندی کے مخالف سمت میں مہراج گنج ہے۔ جو ایک بڑا مگر معمولی درجے کا مفصل ہے جو رام باغ تک پھیلا ہوا ہے۔

رام باغ رام باغ ایک ریتیلا میدان ہے جس میں یوروپیوں کی رہائش گاہیں ہیں۔ یہاں منصف اور کلکٹر کا دفتر ہے۔ رنگ پور کے مقابلے میں یہاں کی عمارتیں کم درجہ کی ہیں اور ان کی بہتر تعمیر میں سونگرہ اور بوڑھی کوسی حائل ہیں۔ رام باغ دونوں کے مابین واقع ہے۔

Provincial corpse (صوبائی فوج کا دستہ) کا اڈہ بوڑھی کوسی سے پرے جج کے بنگلے سے پچھم واقع ہے۔ اور یہ رام باغ کے مقابلے میں اور بہتر اور اونچی جگہ ہے لیکن وہاں کی زمین بھی بنجر ہی ہے۔ منصفی اور جیل کی عمارتیں بہت گھٹیا درجے کی ہیں۔ سونگرہ کا پل لکڑی کا بنا ہوا ہے اور اسی راہ سے رام باغ اور شہر کے پوربی حصے میں آمد و رفت ہوتی ہے۔

آبادی داروغہ نے ۹ (نو) چبوترے Guards قائم کئے ہیں جو شہر کے علاوہ دور گاؤں تک پھیلے ہوئے ہیں۔ ان تمام چبوتروں کے اندر داروغہ کے تخمینہ کے مطابق

۸ ہزار دو سو چونتیس مکانات ہیں ۳۲۱۰۰ آدمی آباد ہیں۔ لیکن ان میں سے دو ہزار چھ سو انٹھانوے مکانات اور ۹۹۵۱ افراد گاؤں میں رہتے ہیں۔ باقی ماندہ ۵۵۳۶ مکانات اور ۲۲۱۴۹ افراد شہر میں رہتے ہیں۔ یہ شہر ۹ مربع میل پر مشتمل ہے۔ لیکن میرا خیال ہے کہ داروغہ نے آبادی کو بہت کم کر کے دکھایا ہے۔ بہرحال ہم لوگوں کو ہندوستان کے شہروں کی آبادی کا یورپ کے شہروں کی آبادی سے مقابلہ نہیں کرنا چاہئے۔

یہ شہر جو شہر لندن کے نصف سے زیادہ حصے پر پھیلا ہوا ہے۔ اس کی آبادی یقینی طور پر پچاس ہزار سے زیادہ نہیں ہے۔ گرچہ بنگال کے دیہی شہروں میں سے ایک بہترین شہر ہے[1]

فوجداروں کے عہد کے مرکزی مقامات

ہاٹ، بازار وغیرہ

فوجداروں کے عہد میں تجارت اور کاروبار کے لحاظ سے کون کون سے مقامات کم و بیش مرکزیت کے حامل تھے۔ ان کے نام نیچے درج کئے جاتے ہیں۔ ۱۸۰۷ء تک پورنیہ جن جن ۱۸ ڈویژن یا تھانوں میں بٹا ہوا تھا انہیں ڈویژنوں کے حساب سے نام بھی دیئے جا رہے ہیں۔

(۱) **حویلی ڈویژن**: چاندنی چوک، نظر گنج، عالم گنج، اسمتھ گنج، نگینہ باغ، (یہ پورنیہ شہر کے حصے تھے) مہاراج گنج، بی بی گنج، میاں بازار، خلیفہ چوک، موہنی، سیب گنج، قصبہ، پھلواری، محلی باڑی، پٹیلوا، راج گنج، کالی گنج، گوپال گنج یا بیلوری، عبداللہ نگر، بیدناتھ گنج، نیا بیدناتھ گنج، کاجھا یا گنیش پور، بھوگراہا،

[1] یہ پورا مضمون بکانن کے بیان کا ترجمہ ہے۔ دیکھیں اکاؤنٹ آف بکانن مرتبہ جیکسن صفحہ ۶۰-۶۱

اختیار پور، بوڑھی دھن، گھٹا، چنکا، سینگا، بسبٹھی، بنیلی، سات بہنیا، بجلیا، جلال گڑھ۔

(۲) **ڈنگر کھوڑا**: (ڈنڈکھورا): سیف گنج، سبھونگرا، بھگوان پور، قطب پور، لوکھن باڑی، محرم پور، عظیم نگر، کنیال، کوٹھکپور، سبھٹان، شوریا، منتعلا گنج، سیب پور، کمل پور، چھمنا، روشن گنج، رسلپور، جھمل پریریا، کامتیا، سونیلی، فرائے۔ محمدیہ، دھٹا۔

(۳) **گونڈوارا**: گوری گنج، قاضی بازار، نواب گنج، ہراری، کاڑھا گولہ (کنگرا گولا) کانٹا نگر، بھوانی پور، سیاما پور، موسا پور، علی نگر، سہارا، کھاگا، ہنگلیں، منڈا، ٹیپا۔

(۴) **دھمداہا**: گریل، کرشنا پور، علی گنج، ڈھراہا (دھرہارا) عظیم گنج، مہاراج گنج، سیب گنج، ڑہنی، بیلا گنج، برہارا، مالڈیہا، مہدی پور، رامپور، پیات، پچرسن، بیرنگر، پیرسا گڑھی، ریکاب گنج، مالی جگت۔

(۵) **ڈمیاں**: رامپور، راج گنج، ناتھپور، صاحب گنج، موتی پور، دولت پور، دھرم گرا، بھوانی پور، مہدی پور، بھگوت پور، کٹیھیا، کسہر، بنڈیلی، رگھوناتھ پور، بہادر گنج یا پانچ پیریا، ٹیڑھی، ادرہا، محمد گنج، رانی گنج، پرسا گڑھی، نول گنج،۔

(۶) **مٹیاری**: مٹیاری، دھینتل پور، سونا پور، مہیشوری، سہریہ، مدھوبنی، میگھا، بوکا، کرسا کانٹا، گھوڑا گھاٹ، سوراہا، پیرباہا، پوٹیہا، گوما مٹیھاری، قادر گنج، مہولا گنج، ہینگنا، اوراہی، مرزا پور، بیسرا، رانی گنج، کھرساہی، بسمرہنی، دلوی گنج، ڈومریا، ویرسنگھی، سیف گنج، مرزا پور، نواب گنج، کرٹھیا۔

(۷) **ارریہ**: ارریہ، فرسوت، رامپور، مدن پور، بوچی، گراہا۔ بٹر داری، مہساکول، مدھورا، پٹنگنا، ہسمل، پھلواری، جموا، ڈہرابا، کلتوا، بردا ہا، کنگھر، اولاباری، کدم کولا، کنہولا، ارلاہا، بلاسی، میناکر راہا، پچیلی، مسوریا، باگمارا، درسنا، بلوا، بریل، کٹوا، جوگیندر، میر گنج، چلنیا، کسیارہ گنج، ہیلوا، ہرسڈنگا، چکوی ڈریا۔

(۸) **بہادر گنج** :۔ بہادر گنج، جھیناکٹا، گنجر، رُہپنی، کیری، ستال، شنمتا، سہندر، بارا، سچپارا، سوہن گنج، ہسام، رسُول گنج، ہری جان، گوپال پور، نٹواپارہ، کنہیاباری، ہمت نگر، شاہ پور، کوٹھی، چینگر، چین گنج، بارودہ، حلاری، بجھٹکا، الٰہی گنج، ہمیسور، تلسیا، گرگاؤں، رانگاپانی، سینگھی ماری، ہرداڈانگا، پدم پور، کرواسی، کاٹا، گندھرپ ڈنگا۔ دھنتولہ، سوبوڈنگا، بھبھانی گنج، بجھپرتل، کالیک ڈنگا، جو بنیا، گوبند گنج، پھلواری، بسریا، علی گنج، بیتھرکھاٹی، مٹیھاری کیچن باڑی، بیریا، دھوم نگر، سبھوگاچھی، سیدپوکھر، مراری پور، مجکوری، میرگنج، چینگا یا گوبرہائی

(۹) **ادھر یل** :۔ رسُول گنج، اُدھریل، سیدپور، فتح پور، علی گنج، فقیر گنج، باٹی کھونگرا، چوریا، رام گنج، دھولاباری، حسین گنج، چیل ماری، سارو گورا، پورنے، کلیا گنج، بالوباری، مونڈمالا، دھوم گرھ، سوناپور، فتح آباد، گھوڑامارا، راگھا گنج، چوپیڑا، پران گنج، بھیریا، بھن کمار، سیدبازار، پیر گنج) نسطر پور۔

(۱۰) **کرشنا گنج** :۔ قطب گنج، بینجی پاڑا، کھگڑا، جھلجھلی، ٹینگرباری، کھوجاسور، علی گنج، مقام پوکھر، گوڑھا، رام گنج، گوپل گنج، لائن بازار، پرہپال، ماہ یار گنج، دیوان گنج، خدا گنج، بھوگڈادر، چھپہ گاچھی، کھرکھری، موتی ہارا، دامر باڑی، بلدیا گچھا، علی گنج، دھنتولہ، گولاباڑی، رامپور، بالوگوڑا، بیر گنج۔

(۱۱) **ڈلال گنج** :۔ ڈلال گنج، ہری گاچھی، ماہی نگر، شکر پور، کالی گنج، کنیا، رسُول گنج، سالوپاڑا، کرہی، موتل پور، ہبل گاچھی، صولت گنج، ہری ہرپور، فقیر ٹولی، امور، ڈیوڑھی، بائسی، سمل باڑی، گوستر، اڈوریہ، بسیا، منگل پور، سوناڈربال پور، سِرسی، کل پاڑہ، چوپور، ہرارو، الواباڑی، سیب گنج، سکما، گبروا، نواب گنج۔

(۱۲) **نیہہ نگر** :۔ ڈیکول، صندل بی بی، رونارا یا چھیم پور، بیگما یا بچر گنج، دیگل گنج،

قادر گنج، راساکھوا، بھیلا، فقیر گنج، کٹھل باڑی، گندال، محمد پور، کناؤ، بلرامپور، بوچاگاری، ہیکھوہ، تاراپور، بیرق پور، بنگورارا، کوٹھر، خضر پور، بی بی ستیلی، ہرائی، عاد پور، نیہہ نگر، گوچہ باڑی، بھبھانی نگر۔

(۱۳) **کھروا** :۔ ڈمریل، ناتھ پور، جانی پور، بیریا، کلائی گنج، پہاڑ پور، نکوا، آباد پور، نونانتر، مہانند پور، بھیا، کھکروا۔

(۱۴) **بھولاہاٹ** :۔ چودلا، دلدلی، تانتی پاڑا، بہادر پور، بھولاہاٹ، چوار پر بازار، کنکگد پور، گوبند پور، ہیش مردنی، نسپجنت پور، انگلش بازار، غیاث پور، نیمہ سرائے، عارف پور، شپاجانی، کوت والی، کنائی پور، نیگھریا، باراکول، پیر گنج، پوکھریا، نوادہ، کمل باڑی، امانی گنج۔

(۱۵) **سیب گنج** :۔ سیب گنج، برگھریا، برابازار، پوکھریا، بریانا، پوراگنج، کنسٹ گنج، موتالی گنج، مہادی پور، گیانی ماٹی، شکرباری، چندی داسپور، صاحب گنج، سعید کمل پور، جوتکاسی

(۱۶) **کلیاچک** :۔ کلیاچک، سُلطان گنج، شیرشاہی، گولاب نگر، مزدم پور، گدائے سلیم پور، بنگس بھریا، نری موہنی، بالوپور، حسین پور، مہادیو پور، میلک، موہن پور، مسوم گنج، شہزاد پوریا، امینت پور، مانک چک یا نارائن پور، رسیا، ہیکن، جلال پوریا نارائن پور، تنگرا، مدیا، بنگس گارا، ریسریا، چندی پور، برکٹابار، گنگا پنھ یا چک، کمال الدین پور، ساولیف گنج، چند پور، چند پور گنج۔

(۱۷) **گورغربیاں** :۔ سمدا، متھراپور، کمید پور یا نور پور، ارڈنگا، اکیدنت نگریا، میرزاد پور، کربلیا، برہل پے کنسٹھپور، کھرامپور، کلیتالا، بڈھ واری، گورسون، بالعیتی، سنگجیب، گوہالپور، دیوی گنج، کولا، کپسیا، تلسی ہٹا، گھوڑاگھاٹی، گاہیلا، بارانا، گھریال، کھویاکاتی، ہرچند پور، کریم گنج، لہیراجن، گورگرہ بیاہ، بالعدیارہ، کھبدار گنج،

پنگھیا، لکشمن گنگ، منیک نگر۔

(۱۸) منیہاری:- منیہاری، ٹور شبانا کنکٹو کس، گوپاکاچھی، باکور گنج، منتاہی، بید یاناتھ پور، بیلیا، لال گولا، کاشی چک، بھیرب گنج، بسنت پور، نواب گنج، دھراہی۔ چنیا، رام پور۔[1]

فوجداروں کے عہد میں پورنیہ ضلع کی مال گذاری

پہلا تحریری ریکارڈ ٹوڈرمل کے رینٹ ریکارڈ (Rent Roll) ۱۵۸۲ء سے پورنیہ ضلع کی مال گذاری کا باقاعدہ پتہ چلتا ہے اور غالباً یہی سب سے پہلا اس سلسلہ کا تحریری ریکارڈ ہے۔

عہد اکبری میں ضلع پورنیہ تین سرکار پر مشتمل تھا، سرکار مونگیر، سرکار پورنیہ اور سرکار تاجپور۔

سرکار مونگیر:- سرکار مونگیر میں دھرم پور پرگنہ شامل تھا، جس کا خراج چالیس لاکھ دام یعنی ایک لاکھ اکبر شاہی روپیے تھا۔

سرکار تاج پور مہانندا ندی سے پورب کا علاقہ سرکار تاج پور کہلاتا تھا۔ جس میں پچھمی دیناج پور بھی شامل تھا، اس میں انتیس محال تھے، جن میں سے سات پرگنے یعنی پرگنہ باڈور، بھوڑا، دلاور پور، کماری پور، مال دوار اور سرجاپور اور تاج پور سے لگ بھگ چوہتّر ہزار روپے مال گذاری آتی تھی۔

سرکار پورنیہ سرکار پورنیہ میں نو محال تھے۔ ان میں سے ایک فیل محال کہلاتا تھا جس کی مال گذاری ترائی کے جنگلات میں پکڑے جانے والے ہاتھیوں کی رقم سے وصول ہوتی تھی۔ باقی آٹھ آسونجا (اسجا) دلمال پور، حویلی پورنیہ، جے رام پور، کٹیہار، کدوا، سری پور، اور سلطان پور تھے۔ ان کی مالگذاری چونسٹھ لاکھ چھ سو تینتیس ہزار دام یعنی ایک لاکھ ساٹھ ہزار کے قریب تھی۔ یعنی پورے ضلع پورنیہ سے اس

[1] مقتبس از مونٹ گومری مارٹن ـــ ایسٹرن انڈیا والیوم ۳ صفحہ ۶۴-۷۰

زمانے میں تقریباً تین لاکھ چونتیس ہزار کے قریب مال گذاری وصول ہوتی تھی۔

۱۷۰۴ء تا ۱۷۲۵ء ۱۷۰۴ء تا ۱۷۲۵ء میں مرشد قلی خاں کے عہد میں اس پر نظر ثانی کی گئی۔ مرشد قلی خاں نے پورنیہ کو چکلا اکبر نگر (راج محل) میں ملا دیا۔ مگر اس سے پورنیہ کی مال گذاری میں کوئی خاص اضافہ نہیں ہوا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ پورنیہ ایک سرحدی عسکری صوبہ (Frontier Military Province) کی حیثیت رکھتا تھا، اور اس کی مالگذاری کا ایک خاصا بڑا حصہ فوج پر صرف ہوتا تھا ضلع کے جن حصّوں سے مالگذاری وصول ہوتی تھی۔ یعنی پرگنہ سری پور دلمال پور ان سے دو لاکھ اٹھتّر ہزار آٹھ سو تیس روپے وصول ہوتے تھے۔ لیکن اس رقم سے ایک لاکھ ۸۰ ہزار ایک سو چھیاسٹھ روپے سیف خاں فوجدار پورنیہ (۱۷۲۲ء تا ۱۷۵۲ء) کو بطور رقمی جاگیر یا ذاتی عطیہ تفویض کر دیا جاتا تھا۔ سیف خاں فوجدار پورنیہ کے عہد میں اس ضلع کے انتہائی رقبے میں کافی توسیع ہوئی۔ اور کوسی کے پچھم کے چار پرگنے دھاپہر، ناتھ پور، دھرم پور اور گورادی اس ضلع میں ملائے گئے۔ جن میں سے ناتھ پور کے علاوہ تین پرگنوں سے تین لاکھ تین ہزار پانچسو ۷۷ روپے وصول ہونے لگے۔ لیکن اس کا کوئی حصہ صوبائی خراج میں داخل نہیں کیا جاتا تھا۔ یعنی اب پورے ضلع پورنیہ سے مال گذاری کی عند الطلب رقم پانچ لاکھ ۸۲ ہزار پانچ سو سترہ ہوگئی۔ لیکن سیف خاں نے اٹھارہ لاکھ تک کی رقم مال گذاری اور ابواب سے وصول کی۔ جس میں سے محض اٹھانوے ہزار چھ سو چونسٹھ کی رقم مرشد آباد کے خزانے میں داخل ہوتی۔ اور باقی تمام رقومات کو سیف خاں سرحدی فوج کے مصارف اور دیگر امور پر صرف کرتا تھا۔[1]

شجاع الدین خاں مرشد قلی خاں کے جانشین شجاع الدین خاں نے (۱۷۲۵ء تا ۱۷۳۹ء) میں پورنیہ ضلع کے مالی نظام میں باقاعدگی لانے کی کوشش کی۔ اپنی موت یعنی ۱۷۳۹ء سے قبل اس نے اس ضلع کی زمینوں کو مال گذاری ادا کرنے والے

[1] Fifth Report (Madras) 1883, Page No. 265, 269, 302, 303

اور جاگیر دو حصے میں تقسیم کر دیا۔ مال گذاری ادا کرنے والے حصوں پر دو لاکھ چودہ ہزار آٹھ سو چوّن روپے اور جاگیر والے علاقے پر ایک لاکھ اُنتیس ہزار تین سو چوہتّر روپے کا لگان لگایا گیا تھا۔ اس کے علاوہ مختلف ابواب بھی مقرّر کئے گئے تھے۔ جیسے خاص نویسی زرمحطوط، نذر پورنیہ، بہائے خلعت، پشتہ بندی، رسم نظارت، فوجداری ابواب وغیرہ لیکن اس میں شبہ نہیں کہ اس زمانے میں بھی جبکہ فوجداران پورنیہ کافی طاقت ور تھے۔ اس ضلع کی مال گذاری کی رقم ساڑھے چھ لاکھ سے زیادہ نہ تھی۔ یہ صورتحال سراج الدّولہ اور میر جعفر کے عمل تک جاری رہی۔ اور تقریباً سنہ ۱۷۶۰ء میں جب کہ انگریزوں کے شدید مطالبوں سے میر قاسم علی خاں مجبور ہو گیا تو اس چراگاہ کو سب سے پہلے تاکا گیا۔ اب اس کی مالگذاری میں مزید اضافے کئے گئے تھے۔ اور جملہ محصلہ رقم اکیس لاکھ ۹ ہزار چار سو پندرہ تک پہونچ گئی۔ جس میں سے مالگذاری کی خالص رقم ۱۹ لاکھ ۵۴ ہزار ۴ سو پانچ تھی۔

لیکن یہ صورت حال زیادہ عرصہ تک قائم نہ رہ سکی۔ نند کمار نے سنہ ۱۷۶۴ء میں اسے گھٹا کر ۱۷ لاکھ ۸۸ ہزار ایک سو چوہتّر روپے کر دیا اور بعد میں یہ رقم اور گھٹ کر ۱۴ لاکھ ۲۴ ہزار ۵ سو ۳۶ روپے ہو گئی۔

سنہ ۱۷۶۶ء سنہ ۱۷۶۶ء میں اس ضلع کی رقم مال گذاری میں قدرے اضافہ ہوا اور یہ رقم ۱۵ لاکھ تک پہونچی۔ سنہ ۱۷۶۸ء میں اس امر کا انکشاف ہوا کہ زمین داروں سے حکومت کے نام پر ۱/۳ ۲۱ لاکھ سے کم کی رقم وصول نہیں کی گئی ہے۔ اس لئے رقم مال گذاری کو بڑھا کر ۱۷ لاکھ ۳۱ ہزار کر دیا گیا۔ جو دوسرے سال ۱۳ لاکھ ۴۲ ہزار ہو گئی۔

سنہ ۱۷۷۰ء سنہ ۱۷۷۰ء میں پورنیہ ضلع میں بھاری قحط پڑا اور کافی آبادی اُجڑ گئی۔ اس لئے مال گذاری چودہ لاکھ میں صرف ۱۲ لاکھ وصول ہو سکی[۱]۔

---

[۱] ماخوذ از گزیٹیر ایس۔ ایس او مالی ص ۱۴۶ - ۱۴۷ -

فوجداروں کے عہد میں پورنیہ کی زرعی پیداوار اور اقتصادی حالات

فوجداران پورنیہ کے وقت میں یہاں کی زرعی پیداوار میں کافی اضافہ ہوا۔ اقتصادی حالت میں سُدھار آیا۔ فوجداروں نے پورنیہ کے کسانوں اور یہاں کی زرعی پیداوار کی طرف بھی کافی توجہ دی نتیجہ یہ ہوا کہ رعایا خوشحال رہی۔ فوجدارانِ پورنیہ کسانوں کی مالی مدد کرتے رہے۔ ان کو کھیتی کے لئے قرضے بھی دیئے جاتے تھے۔ کھیتی کا سامان اور اچھے بیج بھی فراہم کئے جاتے تھے۔ اس لئے غلّہ کافی پیدا ہوتا تھا۔ اور یہ ضلع اپنے پڑوسی اضلاع کی بھی غلّے کے معاملے میں کفالت کرتا تھا۔ فوجداروں نے جگہ جگہ گنج اور گولے قائم کر رکھے تھے۔ وہ سماج کے کمزور اور مجبور طبقہ کے لوگوں کی امداد کے لئے روزانہ و سالانہ خیرات بھی تقسیم کیا کرتے تھے۔ ان کے لئے مدیں مقرر تھیں۔ ان کی امداد کرنا اور ان کی حفاظت کرنا حکومت اپنا فرض سمجھتی تھی۔

سیف خاں فوجدار پورنیہ کے عہد (سنہ ۱۷۲۲ء یا سنہ ۱۷۵۰ء) میں پورنیہ اور زیادہ خوشحال رہا۔ اس نے جب حکومت سنبھالی تو پورے ضلع سے مالگذاری کی صرف ۵۸۲۵۱۷ روپے رقم وصول ہوتی تھی۔ مگر اس نے جلال گڑھ کے اُتّر مورنگ کے علاقے تیس ۳۰ میل تک بڑھا لئے اور پورنیہ سے پچھم اور اتر کے چار پرگنات دھرم پور، ناتھ پور، دھابہر اور گوراری کو بھی پورنیہ میں ملا لیا۔ اور پورنیہ کے جنگلات کو صاف کرا کر کاشت کے قابل بنایا۔ مختلف جگہوں سے کسانوں کو لا لا کر آباد کیا اور ان سے کھیتی کرائی۔ اس کے حسن انتظام کی بناء پر پورنیہ کی آمدنی اب لگ بھگ چھ لاکھ سے آٹھ لاکھ سالانہ ہو گئی۔ اس میں سے ایک لاکھ کے علاوہ سارے پیسوں کو پورنیہ ضلع کے تحفظ اور یہاں کے لوگوں کے فلاح و بہبود پر صرف کیا کرتا تھا۔

سیف خانی عہد میں پورنیہ کی اقتصادی حالت اور کاشت کی ترقی کے متعلق مسٹر

ڈو کیرل جو پورنیہ کے پہلے کلکٹر تھے۔ لکھتے ہیں :۔

" اس کا سہرا سیف خاں فوجدار پورنیہ کے سر ہے۔ جس نے اپنے حسن انتظام سے ملک کے مختلف حصوں سے لوگوں کو لاکر پورنیہ میں بسایا جس کے سبب سے یہ ضلع جو قلت آبادی کا شکار تھا اور جنگلات سے بھرا پڑا تھا۔ اور جس کی کاشت برائے نام تھی ایک قیمتی مملکت بن گیا"[1] وہ مزید لکھتے ہیں :۔

" حکومت بیکسوں، مجبوروں اور ناداروں کی امداد اور تحفظ کے لئے خیرات تقسیم کیا کرتی تھی جس کا سلسلہ تقریباً تیس سال سے زیادہ عرصے سے جاری تھا۔

مسٹر جے۔ گرانٹ کا بیان ہے کہ ۱۷۶۱ء میں سالانہ اور روزانہ خیرات کے مد میں ۳۳۸۰۵ روپے متعین کئے گئے تھے۔[2]

سیف خاں کے بعد صولت جنگ کی حکمرانی کا دور آیا۔ اس کا دور امن اور خوش حالی کا دور تھا۔ انہوں نے بھی اگلی روایتوں کو قائم رکھا۔

غلام حسین طباطبائی صاحب سیر المتاخرین جو تقریباً سات سال تک پورنیہ میں رہے۔ تحریر فرماتے ہیں۔ کہ صولت جنگ پورنیہ کا ۱۷۵۶ء تک حکمراں رہا۔ اس کے ہاتھ میں سلطنت کی پوری طاقت تھی۔ مگر اس نے رعایا کے ساتھ برابری اور مساوات کا برتاؤ کیا اور ان کی خوش حالی کا پورا خیال رکھا۔ اعلیٰ ادنیٰ ہر طبقہ کے لوگ اس کی حکومت سے حد درجہ خوش رہے[3]

کرم علی خاں مؤلف مظفرنامہ نے لکھا ہے کہ صولت جنگ بڑا عادل، کریم اور سخی حکمراں تھا۔ رعایا کی بہتری و فلاح کا ہمیشہ خیال رکھتا تھا اور داد و دہش کے معاملے میں پہلے حکمرانوں اور معاصروں میں گوئے سبقت لے جاتا تھا۔ فوجدارانِ پورنیہ کے بعد ہی بلکہ انگریزوں کی آمد کے ساتھ ساتھ ہی

[1] Progs of the controlling council of Revenue Murshidabad vol- VIII. Dated the 30th Dec 1771, Purnea letter No 523
[2] Fifth report Vol. II, P. 338.
[3] سیر المتاخرین۔

پورنیہ پر نکبت و افلاس کے بادل چھانے لگے اور رفتہ رفتہ یہ ضلع ایک قلاش ضلع ہو گیا۔

فوجدارانِ پورنیہ کے عہد کی صنعتیں

فوجداروں کے عہد میں پورنیہ میں بعض صنعتوں کا آغاز بھی ہوا اور فروغ بھی ان میں سے بعض کا ذکر کیا جاتا ہے۔

صنعت بیدری

گو یہ صنعت بیدر یعنی دکن کی خاص صنعت تھی مگر پورنیہ میں اس صنعت کو فروغ یہاں کے فوجداروں نے دیا۔ اور اسے آل انڈیا شہرت حاصل ہوئی۔ بیدر کے برتن مرشد آباد ڈھاکہ، کلکتہ، دیناجپور اور رنگپور بھیجے جاتے تھے۔ اور پورنیہ میں تو گھر گھر اس کا رواج تھا۔ آج بھی اس کے نمونے جا بجا ملتے ہیں۔ بیدری میں جستہ جزو اعظم کے طور پر استعمال ہوتا تھا۔ جو چین سے براہ سمندر برآمد کیا جاتا تھا۔ تانبا کی اس میں آمیزش کی جاتی تھی۔ پہلے جستہ کو پگھلایا جاتا تھا۔ پھر تانبے کو پگھلا کر اس میں ملایا جاتا تھا۔ حقہ، سرپوش، صراحیاں اور اگلداں وغیرہ بنائے جاتے تھے برتن کا ڈھانچہ تیار کرنے کے بعد اس پہ چاندی کے دیدہ زیب نقش و نگار اور پھول پتے بنائے جاتے تھے۔ اس پیداوار میں تقسیم کار کے اصول کی پابندی کی جاتی تھی۔ صناعوں کا ایک سیٹ دھات کو پگھلانے اور ڈھالنے کے لئے مخصوص ہوتا تھا۔ دوسرا برتنوں کا ڈھانچہ تیار کرتا۔ تیسرا اسے چاندی کے نقش نگار اور پھول پتیوں سے مزین کرتا اور چوتھا سیٹ اس پر آخری بار سیاہ پالش چڑھاتا تاکہ اس کے نقرئی گل بوٹے خوب نمایاں ہو جائیں اور اصل دھات کے داغ دھبے ماند پڑ جائیں۔ کبھی کبھی ایک ہی سیٹ آخری دونوں کام انجام دے دیتا تھا[1]

[1] اکاؤنٹ آف بکانن مرتبہ جیکسن صفحہ ۳۱-۵۲۳

انگریزی عہد میں بھی یہ صنعت کسی حد تک باقی تھی۔ سنہ ۱۸۰۸ء میں جب بکانن نے اپنی پورنیہ رپورٹ لکھی ہے۔ اس زمانے میں اس نے خود اس صنعت کا مطالعہ کیا تھا۔ سنہ ۱۸۹۰ء میں مسٹر ای کولن لکھتا ہے کہ بیلوری نامی گاؤں میں جو پورنیہ سے دکھن ہے بیدری کی صنعت جاری ہے اس وقت چار خاندان اس کام پر لگے ہوئے تھے۔

مسٹر آر۔ جے ہرسٹ لکھتے ہیں کہ کیسری ذات کے لوگ اس پیشے کو کرتے ہیں۔ صنعت دھیرے دھیرے مردہ ہوتی چلی گئی۔ اور ہرسٹ صاحب کے بیان کے مطابق سنہ ۱۹۰۷ء میں صرف ۳ کیسری اس کام میں لگے ہوئے تھے۔ جن میں سے دو بیلوری کے تھے اور تیسرے گیٹھار کے موہن سنار اس فن میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ اور ان کو اپنے فن پر اس قدر مہارت حاصل تھی کہ ہر برتن کا علحدہ علحدہ ڈیزائن تیار کرتے تھے۔ موہن سنار اور اس کے بھائی مکن لال سنار چاندی سونے کا کام، بیدر پر سونے کا کام اور تانبے پر چاندی کا کام کرتے تھے۔ مسٹر واٹ نے انڈین آرٹس ایٹ دہلی کے صفحہ ۴۷ - ۴۶ پر پورنیہ کی صنعت کا ذکر کیا ہے۔ ڈاکٹر برڈوڈ نے بھی Industrial arts of India کے صفحہ ۱۴۶ پر اس صنعت کا ذکر کیا ہے۔

خیمہ دوزی کی صنعت

خیمہ دوزی بھی پورنیہ کی خاص صنعت تھی اور فوجداروں کے عہد میں اس صنعت کو خاصہ فروغ ہوا۔ پورنیہ میں خیمہ دوزوں کا ایک محلہ ہی آباد تھا جو خیمہ دوز ٹولی کہلاتا تھا۔ بوکانن ہملٹن نے اپنی رپورٹ میں اس کا ذکر کیا ہے۔ اس کا بیان ہے کہ خیمہ دوزی اس ضلع میں ایک الگ پیشہ کے طور پر کی جاتی ہے۔ اور یہاں کے تیار شدہ خیمے باہر بھی بھیجے جاتے ہیں وہ یہ بھی لکھتا ہے کہ اس پیشے میں جو لوگ لگے ہوئے ہیں وہ گاڑیوں کے بوڈی بھی تیار کرتے تھے جن پر شرفا سوار ہوتے ہیں۔

صابن سازی

فوجداروں کے عہد میں پورنیہ میں صابن بنانے والے بھی تھے جو معمولی قسم کا صابن تیار کرتے تھے سنہ ۱۸۰۸ء میں ۱۳ خاندان اس پیشے میں لگے ہوئے تھے۔

شال شوئی و رفوگری کا

فوجداروں کے عہد میں میلے شالوں کو دھونے اور پھٹے ہوئے شالوں کو رفو کرنے والے بھی تھے جو دھلائی بھی عمدہ کرتے تھے اور رفوگری بھی۔ گرم کپڑوں کے داغ دھبے دور کرنے اور ان کو رفو کرنے میں انہیں کافی مہارت حاصل تھی۔ بوکانن نے ان کاریگروں کی بڑی تعریف کی ہے۔

کاغذ سازی

فوجداران پورنیہ کے عہد میں کاغذ سازی کی صنعت کا آغاز بھی ہوا اور فروغ بھی۔ مسلمانوں کا ایک طبقہ اس پیشے میں لگا ہوا تھا۔ ہنٹر صاحب نے لکھا ہے کہ کشن گنج میں تیس خاندان کاغذ بنانے کے کام میں لگا ہوا تھا یہ لوگ منیاشی اور کوشٹا سے کاغذ بناتے تھے جو پٹوا کی ایک قسم ہے۔ ان کو کاغذیا کہتے تھے۔ اومالی صاحب نے لکھا ہے کہ کشن گنج میں اب کاغذ سازی نہیں ہوتی ہے یہ کاغذیا لوگ اب بارود آتش بازی وغیرہ کے سامان بناتے ہیں۔

جوتا بنانا

پورنیہ میں فوجداروں کے عہد میں جوتا بنانے کا کام بھی بہت اچھا ہوتا تھا اور

نہ پٹوا کی ایک قسم ہے۔ یہاں کے لوگ اس کا ساگ بہت شوق سے کھاتے ہیں۔

یہاں رنگ پور اور دیناج پور سے زیادہ نفیس جوتے بنتے تھے۔ ہندو مسلمان دونوں فرقہ کے کاریگر اس کام کو کرتے تھے۔

داب گری

جو کاریگر اس صنعت میں لگے ہوئے تھے وہ چمڑے کے کپّے اور تھیلے وغیرہ تیار کرتے تھے جو گھی تیل وغیرہ رکھنے کے لئے استعمال ہوتے تھے۔

ڈھل سازی

فوجداروں کے عہد میں مختلف قسم کے ڈھول بنانے والے بھی پورنیہ میں موجود تھے اور بدیہ اور ڈفالی کہلاتے تھے۔

مشعل سازی

پورنیہ میں مشعل ساز بھی تھے جو خاص قسم کی مشعل بناتے تھے ۱۸۰۸ء تک یہ صنعت باقی تھی۔

بسکٹ سازی

اس صنعت میں جو لوگ لگے ہوئے تھے وہ نان بائی کہلاتے تھے جو مختلف قسم کی بسکٹوں کے علاوہ روٹیاں بنا کر بھی فروخت کرتے تھے۔

زیور سازی

فوجداروں کے عہد میں پورنیہ میں یہ کام بہت عمدہ ہوتا تھا اور اس میں جو لوگ لگے ہوئے تھے ان میں سے بعض ماہر صناع تھے یہ سُنار مہریں بھی بناتے تھے۔

تانبے کے ظروف

بوکانن صاحب لکھتے ہیں کہ یہ صنعت صرف مسلمانوں کی ایجاد ہے۔ فوجداروں کے عہد میں یہاں کے برتن باہر بھی برآمد کئے جاتے تھے۔ یہ برتن بنانے والے کسیرے اور

ٹھٹھیرا کہلاتے ہیں۔ ۱۹۰۹ء تک عبداللہ نگر پورنیہ میں تانبے کے برتن بنانے والے آباد تھے جو اس وقت چلم پوش اور حقہ بنایا کرتے تھے۔ یہ چلم پوش مقامی طور پر استعمال تو ہوتے ہی تھے مگر کلکتہ وغیرہ میں اس کی مانگ اور بڑی شہرت تھی۔

گاڑی بنانے کا کام

یہ کاریگر مختلف قسم کے عمدہ اور نفیس گاڑیاں بناتے تھے جو شرفا اور عہدداران کی سواری میں استعمال ہوتی تھیں۔ پہیہ بنانے کا کام تو یہاں کی خاص چیز تھی۔ یہاں کے پہیئے باہر بھی بھیجے جاتے تھے اور مضبوط اور نفیس پہیہ بنانے والے کشن گنج سے پچھم چیلا نامی بستی میں اب بھی موجود ہیں۔ ایسے مضبوط اور نفیس پہیئے شاید پورے ہندوستان میں کہیں نہیں بنتے۔

چٹائی کی صنعت

گو یہ اس ضلع کی پرانی صنعت ہے مگر فوجداروں کے عہد میں یہ صنعت ترقی پر تھی۔

کپڑے کی صنعت

تاریخی کتابوں اور مختلف رپورٹوں سے پتہ چلتا ہے کہ کپڑے کی صنعت کو اس ضلع میں فوجداران پورنیہ کے عہد میں خاصا فروغ حاصل ہوا۔ مرد تو مرد عورتیں بھی اس پیشے کو کرتی تھیں۔ کسی ذات اور فرقہ کے لئے اس کام کا کرنا معیوب نہیں سمجھا جاتا تھا۔ تقریباً ہر گھر میں سوت کاتنے اور کپڑے بننے کا رواج تھا۔ کبھی ہندوستان یعنی مرزا پور، کانپور، پٹنہ وغیرہ سے اس ضلع میں سوت درآمد کیا جاتا تھا، بھولاہاٹ، کلیاگنج، دُلال گنج وغیرہ اس کے بازار تھے۔ خاصا، شطرنجی، نوار اور ریشمی کپڑے، دیناجپور بھاگلپور، مرشدآباد کلکتہ وغیرہ بھیجے جاتے تھے۔ یہ کپڑے بہت مقبول تھے۔ اور ترہت پٹنہ اور مورنگ میں

ان کی بہت مانگ تھی۔ سوت کی شطرنجیاں اور دریاں کمپنی کے عہد تک مرشد آباد اور خیمے بچھونے وغیرہ دیناجپور کے اطراف میں بھیجے جاتے رہے۔ بکانن صاحب نے اپنی رپورٹ میں لکھا ہے کہ پورنیہ ضلع میں ریشم اور سوت کے ملے جلے دھاگے سے جو کپڑا تیار ہوتا ہے۔ وہ تقریباً ۱۰۸۰۰۰ روپے کا ہے۔ صرف انگلش بازار کے آس پاس تقریباً سات ہزار کرگھے اس صنعت میں لگے ہوئے ہیں اور تقریباً چار ہزار تین سو گھر اس کام میں لگے ہوئے ہیں۔ یہ ۱۸۰۹ء کا حال تھا۔

ویسے تو موٹے سوتی کپڑے ضلع بھر میں بُنے جاتے تھے۔ مگر خاصا کو بڑی مقبولیت حاصل تھی۔ یہ ایک بہت ہی خوبصورت کپڑا ہوتا تھا جو تقریباً ساٹھ کیوبٹ لمبا اور تین کیوبٹ چوڑا ہوتا تھا جس کی قیمت ۶ سے ۱۵ روپے تک ہوتی تھی۔ کھروا، نیہہ نگر، ڈنگر، کھوڑا، گورگریاں وغیرہ میں اس کپڑے کی صنعت فروغ پر تھی۔ اور تقریباً ۳۵ سو کرگھے اس کام میں لگے ہوئے تھے۔ اور تقریباً ۵ لاکھ تک کے کپڑے سالانہ تیار کر لیتے تھے۔ اور موٹے چھوٹے کپڑوں کی تیاری میں دس ہزار کرگھے لگے ہوئے تھے اور سالانہ سات لاکھ پینسٹھ ہزار پانچ سو روپے کی لاگت کا سامان تیار کر لیتے تھے۔

شطرنجیاں ان صنعتوں کے علاوہ کپڑوں کے رنگنے، کمبل بنانے کا کام بھی ہوتا تھا۔ فوجداروں کے عہد میں پورنیہ میں بہت خوبصورت شطرنجیاں تیار ہوتی تھیں۔ سائز ۸ ہاتھ لمبا اور دو ہاتھ چوڑا ہوتا تھا۔ اس کی تیاری میں سوت کی قیمت نو آنہ رنگائی ایک آنہ، کل دس آنہ خرچ ہوتا تھا اور دو آدمی ملکر دو دن میں ایک شطرنجی تیار کر لیتے تھے۔ یہ شطرنجیاں ایک ایک روپیہ کو ملتی تھیں۔ اس ضلع میں کمبل بنانے کی صنعت پہلے سے چلی آتی تھی مگر فوجداروں کے عہد میں اس کو کافی ترقی ہوئی۔ ایک ایک کمبل کی قیمت ۱۸۰۸ء میں ۱۲ آنے سے ایک روپیہ تک تھی۔

رنگ کاری رنگ کاری و رنگ ریزی کے کام میں ۱۸۰۸ء میں ۵۰۰ گھرانے لگے

ہوئے تھے جو ریشم کے دھاگوں کو نیل اور لاکھ سے رنگتے تھے۔ ویسے رنگ ریز پورے ضلع میں پھیلے ہوئے تھے جو پگڑیاں رنگتے تھے۔ ململ کے کپڑے پر کشیدہ کاری کا کام بھی اس ضلع میں عورتیں کرتی تھیں لیکن یہ صنعتیں سستے داموں کے ولایتی کپڑوں کے مقابلے میں ٹھہر نہیں سکیں۔ اور دھیرے دھیرے اس صنعت کو زوال ہوتا گیا ۱۹۱۱ء میں صرف موٹے چھوٹے کپڑوں مثلاً سپاتا، بکنی وغیرہ بننے کا رواج پایا جاتا تھا۔ مگر بعد میں یہ بھی تقریباً ناپید ہو گیا۔[۱]

فوجداران پورنیہ کے عہد میں ہندو مسلم مردوں عورتوں کا لباس

پورنیہ ضلع میں فوجداران پورنیہ کے زمانے میں مسلمانوں اور ہندوؤں کے مردوں اور عورتوں کا لباس مختلف موسموں میں اور مختلف موقعوں پر کس قسم کا تھا اس کا اندازہ ہم بکانن کے بیان سے پورے طور پر کر سکتے ہیں۔ گو بکانن نے پورنیہ ضلع کا اکاؤنٹ ۱۸۰۹-۱۰ء میں لکھا ہے جب کہ فوجداران کے عہد کا خاتمہ ہو چکا تھا۔ اور آخری فوجدار محمد علی خاں دست بردار ہوئے ۲۸ سال ہو چکے تھے۔ اس سے ہم یہ بھی معلوم کر سکتے ہیں کہ مسلمان حکمرانوں کے طرز معاشرت کا کتنا گہرا اثر غیر مسلموں پر پڑا تھا۔ بکانن لکھتے ہیں۔ کہ اعلیٰ طبقہ کے ہندو یہاں تک کہ پنڈت لوگ بھی شادی بیاہ میں اور دوسری تقریبات کے مواقع پر مسلمانوں ہی جیسا لباس پہنتے ہیں وہ بھی پگڑی باندھتے ہیں، چمڑے کے جوتے استعمال کرتے ہیں اور ہندو مسلمانوں میں فرق صرف انگہ اور کوٹ کے بند لگانے کے طریقہ کا ہے۔ مسلمان ان کے بند (بٹن) بائیں جانب اور ہندو دائیں لگاتے ہیں ہندو کبھی ازار پہنتے ہیں اور پگڑی باندھتے ہیں، گو ان کی پگڑیاں نسبتاً چھوٹی ہوتی ہیں اور

۱ے مندرجہ بالا مضمون بکانن رپورٹ مرتبہ جیکسن سے ماخوذ ہے دیکھیں ص ۲۳-۵۳۲، ص ۵۶۰، ص ۱۲-۵۲۰ ؛ ص ۴۴-۵۴۱ ۔

ازار کے نیچے ایک چھوٹی سی دھوتی باندھ لیتے ہیں۔

نیچے ٹکانن صاحب کے بیان کا ترجمہ اور تلخیص پیش کیا جاتا ہے تاکہ ناظرین کو عہد فوجداراں میں مسلمان مردوں، عورتوں اور ہندو مردوں اور عورتوں کے ہر موسم اور ہر موقع کے لباس کا صحیح پتہ چل جائے۔

ایک ذی حیثیت مسلمان کا گرمیوں کا لباس

(۱) دستار (۲) نیمہ (۳) جامہ (۴) ازار (۵) انگہ (۶) کمر بند (۷) جوتے (۸) تلوار۔ دستار:- پگڑی کو دستار کہتے تھے۔ یہ نفیس ململ کی ہوتی تھی۔

نیمہ:- آستین والی لمبی صدری جو سینے کے آر پار بندھی ہوتی اور پنڈلیوں تک لٹکتی تھی۔ یہ بھی ململ کا ہوتا تھا۔

جامہ:- اسے یوں سمجھ لیجئے کہ اوور کوٹ جیسا ہوتا تھا اور پاؤں کی ایڑیوں تک ہوتا۔ یہ بھی گرمیوں میں ململ کا پہنتے تھے۔

کمر بند:- ململ ہی کا ایک ساش (sash) یا کمر بند۔

ازار:- اسے خوب ڈھیلا ڈھالا پاجامہ کہہ لیجئے۔ یہ پاؤں کی انگلیوں تک جھولتا رہتا اور ریشم کی ڈوری سے بیچ میں بندھا ہوتا۔ ازار بند تو آپ جانتے ہی ہیں۔

انگہ:- کچھ لوگ نیمہ اور جامہ کی بجائے انگہ پہنتے تھے۔ یہ صرف کمر تک ہوتا اور اس پر قبا استعمال کرتے تھے جو گھٹنوں تک ہوتا تھا، اور جس کی آستینیں بہت چوڑی ہوتی تھیں۔

جوتے:- ایک جوڑا نوکدار جوتا جس پر سونے چاندی کے تاروں کا کام کیا ہوا ہوتا۔

تلوار اور خنجر:- ٹکانن صاحب نے یہ بھی لکھا ہے کہ پہلے تمام عمائدین و رؤسا ایک خنجر اور ایک تلوار ضرور کمر سے باندھا کرتے تھے۔ مگر اب انگریزوں کی نقالی میں فوج میں کام کرنے والے

لوگوں کے علاوہ کوئی نہیں باندھتا۔

جس کمرے میں قالین وغیرہ بچھا ہوتا وہاں جوتے اتار کر جایا کرتے تھے۔ مگر اب میں انگریزوں کے اتباع میں جوتوں سمیت جانے لگے ہیں۔

ایک ذی حیثیت مسلمان کا لباس۔ سردیوں میں

دستار۔ نیمہ۔ جامہ۔ ازار۔ کمر بند (قباء۔ شال۔ سمبر ٹوپی)

یہ تو آپ اچھی طرح سمجھ گئے کہ مندرجہ بالا چیزیں کیسی ہوتی تھیں۔ بس اب یہ ذہن نشین کر لیجئے کہ مسلمان عمائدین و شرفا، جاڑوں اور تقریبات کے موقع پر اکثر یہی لباس زیب تن کرتے تھے مگر اس موسم میں ان کے علاوہ دو لمبے لمبے شال بھی اوڑھ لیا کرتے تھے۔ نوجوان لڑکے شال کو رومال کے طور پر سر پہ باندھ لیتے تھے مگر بڑے بوڑھوں کے نزدیک یہ وضعداری اور آداب کے یکسر خلاف سمجھا جاتا تھا۔

قباء | بہتیرے شرفا اس سے زیادہ گرم لباس پہنتے تھے۔ جیسے قبا یا پھولدار شال جو ریشم کا ہوتا تھا جسے (کمخواب) کہتے تھے۔ ازار ریشمی ہوتا اور پگڑی کی جگہ ایک اونی ٹوپی پہنتے تھے۔ جسے سمبر ٹوپی بولتے تھے۔ اس پہ سونے چاندی کے تاروں کا کام کیا ہوا ہوتا تھا۔

دستانہ | جاڑوں میں اونی یا سوتی دستانے بھی لگاتے تھے۔

پاتابہ | یہ بھی اون یا سوت کا ہوتا تھا۔

روزمرہ کا لباس: تاج۔ انگا۔ ازار۔ رومال۔ موزہ۔ پاتابہ۔

پہلے گرمیوں کا سن لیجئے:-

تاج: سر پہ ململ کا چھوٹا سا تاج۔

انگا: گرمیوں میں انگا (Vest) ململ، ریشم یا ادھی کا ہوتا تھا۔

ازار: آدھی کا لمبا ازار یا لنگی۔

اس زمانے کی لنگی کیسی ہوتی تھی؟

جیسا کہ بکانن صاحب نے لکھا ہے نیلے رنگ کی ہوتی تھی۔ اس کی لمبائی چوڑائی یہ ہوتی تھی۔ لمبائی ۵ تا ۷ کیوبٹ (cubit)۔ چوڑائی ۲ کیوبٹ لنگی غالباً بے سلی ہوتی تھی کیونکہ بکانن صاحب ارقام فرماتے ہیں کہ کمر کے چاروں طرف تین چار بار گھما گھما کر باندھی جاتی ہے اور گھٹنے سے نیچے تک کی ہوتی ہے۔

رومال:۔ ایک رومال کاندھے پر ڈلا ہوتا۔

جوتے:۔ چمڑے کے سلیپر (جسے عام طور پر چپٹی بولتے ہیں)

مسلم عمائدین شرفاء کا سردیوں کا روزمرہ لباس

بکانن صاحب لکھتے ہیں کہ مسلمان شرفاء و عمائدین جاڑے کے زمانے میں لباس اُتارنے پر بھی پگڑی سر سے نہیں اتارتے تھے۔ اس کے علاوہ قبا چکن اور لبادہ استعمال کرتے تھے۔ قبا چوڑی آستین والا چھوٹا کوٹ سمجھ لیجیے جس میں بٹن کی بجائے تکمہ (گھنڈی) لگاتے تھے۔ اس کی لمبائی گھٹنوں تک ہوتی تھی۔

چکن۔ ایک تنگ آستینوں والا کوٹ یوں سمجھ لیجیے جیسے شروانی اور لبادہ ڈھیلے ڈھالے بڑے کوٹ کو کہتے تھے۔

یہ تھا مسلم شرفاء کا گھر پر پہننے والا لباس جاڑوں کا۔

جاڑوں میں اونی شال بھی مستعمل تھی۔ بعض رضائی اوڑھتے تھے جو یا تو خالص ریشم کی یا ریشم اور سوت کے ملے جلے دھاگوں کی ہوتی اور اس میں روئی بھری جاتی تھی۔ پاؤں میں موزہ اور پاتابہ بھی پہنتے تھے۔

متوسط طبقہ کے مسلمانوں کا لباس

دستار۔ نیمہ۔ جامہ۔ ازار۔

گرمیوں میں درمیانی درجہ کے مسلمان وہی لباس پہنتے تھے جو امراء و عمائدین استعمال کرتے تھے۔ فرق صرف یہ تھا کہ کپڑے موٹے جھوٹے ہوتے تھے اور جوتے عموماً چمڑے کے پہنتے تھے۔

سردیوں میں ململ کے نیمہ اور جامہ کے ساتھ درمیانی درجہ کے لوگ شال اوڑھتے تھے۔ اور ریشم یا ریشم اور سوت کے ملے جلے دھاگے سے بنے ہوئے ازار پہنتے تھے جس کو (مالدیہی) کہتے تھے۔ وہ اونی ٹوپی نہیں پہنتے تھے اور نہ پاتابہ اور موزہ استعمال کرتے تھے۔

متوسط طبقہ کے مسلمانوں کا روزمرے کا گرمیوں کا لباس

تاج: درمیانی درجہ کے مسلمان گرمیوں میں ایک چھوٹی سی ٹوپی پہنتے تھے جو ململ کی ہوتی تھی۔ اس کو تاج کہتے تھے۔

ازار: کبھی کبھار آدھی کا ازار بھی پہنتے تھے مگر جب وہ گھروں پر ہوتے تو عام طور پہ لنگی پہنتے تھے۔

دوپٹہ: لنگی پہن کر اوپر سے دوہرے کپڑے کی سلی ہوئی چادر جسے دوپٹہ کہتے تھے۔ کاندھے پر ڈال کر اوڑھ لیا کرتے تھے۔

انگا: دوپٹہ کے بجائے کبھی کبھار ایک چھوٹا انگہ بھی استعمال کرتے جس کی آستینیں چوڑی ہوتی تھیں۔ یہ بھی ململ کا ہوتا تھا۔

کھڑادن: گھروں میں کھڑادن کا استعمال اس طبقہ کے مسلمانوں میں عام تھا۔

سردیوں میں

مرصّع: اس طبقہ کے لوگ بکانن کے بیان کے مطابق جاڑوں میں ایک چھوٹی سی پگڑی باندھا کرتے تھے جسے مرصع کہا جاتا تھا۔

اَنگا: جاڑوں میں روزمرّہ کے لباس میں چھینٹ یا ریشم کا انگا پہنتے تھے۔

ازار: ازار کا استعمال بہت عام تھا۔ گرچہ کمر کو چھپانے کے لئے لنگی کبھی پہنی جاتی تھی۔

رضائی: جاڑوں میں رضائی (لحاف) اوڑھتے تھے۔

دوھر۔ رضائی کے بجائے بہتیرے دوہر اوڑھتے تھے جو ۱۰ ہاتھ لمبا اور ۳ ہاتھ چوڑا ہوتا تھا۔ اور دوسرے کپڑے کا بنایا جاتا تھا۔

عَام طبقہ کے مُسلمانوں کا پُورا لبَاس

پگڑی۔ اَنگا۔ لُنگی۔ ازار۔ دوپٹہ

پورنیہ ضلع کے اونچے طبقہ اور متوسط طبقہ کے مسلمانوں کے گرمیوں، سردیوں اور روزمرہ کے استعمال کے لباس کا جائزہ آپ لے چکے۔ اب عام طبقہ کے لوگ جو سماج میں کوئی خاص مقام نہیں رکھتے تھے۔ ان کا لباس بھی آپ بکانن کی زبانی سُن لیجئے۔ وہ لکھتے ہیں۔

پگڑی: چوڑی آستینوں کا انگا اور ازار عام طبقہ کے مسلمانوں کا پورا لباس تھا۔ لنگی کا کثرت سے استعمال تھا گو کچھ ایسے بھی تھے جو دھوتی باندھتے تھے اور انگا اور لنگی کی بجائے دوپٹہ دھوتی کے اُوپر سے اوڑھ لیتے تھے یہ دوپٹہ ۵ کیوبٹ لمبا اور ۳ کیوبٹ چوڑا ہوتا تھا۔ تقریبات کے موقع پر سلیپر پہنتے تھے۔

عَام طبقہ کے مسلمان مردوں کا سردیوں کا لبَاس

بکانن صاحب لکھتے ہیں کہ عام طبقہ کے مسلمان مرد سردیوں میں ازار۔ انگا رضائی یا دوہر کا

استعمال کرتے تھے۔

پست طبقہ کے مُسلمانوں کا عَام لباس

بقول بکانن صاحب جو لوگ سماجی اور معاشی حیثیت سے سب سے زیادہ پست تھے وہ کوری دھوتی یا بھگوا یا لنگوٹی پہنتے تھے۔ سردیوں میں ان سب کے علاوہ دوہر یا کنتھا یا گدڑی اوڑھتے تھے جو پرانے کپڑوں کو جوڑ جوڑ کر ایک ساتھ سی کر بناتے تھے۔

مسلمان عورتوں کا لبَاس

عمائدین امراء و شرفاء کی عورتوں کا

پورا لبَاس

آج ہمارے ضلع کی مسلمان عورتوں کا لباس کیا ہے؟ یہی نا۔ ساڑی، بلاوز، یا جمپر اور دوپٹہ، شلوار اور لمبا جمپر یا تو نابالغ اور کمسن لڑکیاں پہنتی ہیں یا بعض بعض گھروں میں محض شادی کے موقع پر تبرکاً استعمال ہوتی ہیں۔

مگر ۱۶۷ سال پہلے ہماری ماں بہنیں کیا کیا پہنتی تھیں؟ بکانن صاحب لکھتے ہیں کہ ۱۸۰۸ء میں عمائدین امراء، شرفاء کی عورتوں کا لباس حسب ذیل تھا۔

پشواز۔ انگیہ۔ شلوار۔ یک پٹہ۔ کُرتہ۔ محرم۔ شال۔

پشواز۔ گردن سے لیکر ایڑیوں تک کا آستین دار گون پشواز کہلاتا تھا۔ یہ ململ کا ہوتا تھا۔ اور عمائدین اور اونچے طبقہ کے مسلمانوں کی عورتیں عمدہ ململ کا پشواز پہنتی تھیں۔ جس کے کناروں پر زردوزی کا کام کیا ہوتا تھا۔

یک پٹہ: اس کی لمبائی ۶ ہاتھ اور چوڑائی ۳ ہاتھ ہوتی تھی۔ یہ عمدہ قسم کے بنارسی ململ کا ہوتا تھا۔ اور اس کے کناروں پہ بھی زردوزی کا کام ہوتا تھا۔

انگیہ: پشواز کے نیچے ایک انگیہ کا استعمال ہوتا تھا جو سینے سے کمر تک کا لباس تھا۔ اس کی آستینیں چست ہوتی تھیں۔ اکثر سادہ مگر بعض اوقات رنگین بھی ہوتا تھا۔

شلوار: مردوں کی طرح عورتیں بھی شلوار استعمال کرتی تھیں۔ لیکن عورتوں کا شلوار مقابلتہً چیت ہوتا یہ ساٹن کا ہوتا۔ یا عمدہ ریشم کا جس پر زردوزی کا کام کیا ہوا ہوتا تھا۔ اس کو کمخواب کہتے تھے یہ بہت گرم ہوتا تھا لیکن تقریبات کے مواقع پر گرمیوں میں پہنا جاتا تھا۔

چپل: عمائدین کی عورتیں نوک دار چپلیں پہنتی تھیں۔ جس پر زردوزی کا کام ہوتا تھا۔

کُرتہ: پشواز کی بجائے بعض عورتیں عمدہ ململ کا کرتہ استعمال کرتی تھیں۔ جس کی آستینیں لمبی ہوا کرتی تھیں۔ اور گھٹنوں تک لٹکتا تھا۔

محرم: بعض کرتہ کی جگہ محرا جو (haunches) تک ہوتی تھیں۔ اسکو محرم کہتے تھے۔

نوجوان عورتیں کرتہ کی جگہ بجائے محرم کو ترجیح دیتی تھیں۔

سردی کے زمانے میں عورتیں ایک پھول دار شال بھی اوڑھتی تھیں۔ سردیوں کا انگیہ اور کرتہ ریشمی ہوتا تھا۔

گرمیوں میں متوسط طبقہ کی مسلمان عورتوں کا پورا لباس

- انگیہ۔ محرم۔ یک لٹی۔ دوپٹہ۔ شلوار۔ دوہر یا رزائی۔

بکانن صاحب لکھتے ہیں کہ گرمیوں میں درمیانی طبقہ کی مسلمان عورتیں سن کا بنا ہوا کپڑا پہنتی ہیں۔ ایک انگیہ۔ ایک محرا یا لمبا کرتہ اور ململ کا ایک پٹہ اور سفید ادھی کا شلوار ان کا پورا لباس ہے۔

یک لٹی یا دوپٹہ: اوڑھنی کبھی تو اکہری یعنی ایک کپڑے کی اور کبھی دوہر کپڑے کی ہوتی ہے۔ جسے دوپٹہ کہتے ہیں۔ اور جب ایک ہی کپڑے کی ہوتی ہے تو یک لٹی کہتے ہیں۔ ان کی چپلیں چمڑے کی ہوتی ہیں۔

سردی کے زمانے میں انگیہ اور محرم یا ریشم یا چھینٹ کا ہوتا ہے۔ اور لمبا کرتہ رنگے ہوئے کپڑے کا۔ ان سب کے اوپر سے سردیوں میں ریشم یا چھینٹ کی رضائی یا دوہر بھی اوڑھی جاتی ہے۔

درمیانی طبقہ کے مسلمان عورتوں کا روزمرہ کا لباس

بکانن صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ درمیانی طبقہ کی مسلمان عورتیں اپنے گھروں میں گوری یعنی بے دھلی ساڑی پہنتی ہیں۔ جسے برہتی بھی کہتے ہیں یہ ایا بارہ ہاتھ لمبی اور ۲ ہاتھ چوڑی ہوتی ہے[1]

سردی کے موسم میں چھینٹ کی رضائی یا کیلیکو کا دوہر کپڑے کا دوہر اوپر سے اوڑھتی ہیں۔

پست طبقہ کی غریب مسلمان عورتوں کا لباس

رنگین کیلیکو کی ساڑی اور اسی کپڑے کی اوڑھنی پست طبقہ کی غریب مسلم عورتوں کا لباس ہے۔ سردیوں میں اگر اوقات ہوتی ہے تو دوہر بھی اوڑھتی ہیں۔

گھریلو استعمال میں کوری ساڑی اور کنگھا[2] استعمال کرتی ہیں۔ یہ کنگھا پرانے کپڑوں کو جوڑ جوڑ کر بنایا جاتا ہے۔

ہندوؤں کا لباس

پگڑی۔ انگہ۔ ازار۔ چمڑے کے جوتے ؁؁

بکانن لکھتے ہیں:۔

اعلیٰ طبقہ کے ہندو، یہاں تک کہ پنڈت لوگ بھی شادی بیاہ اور تقریبات کے مواقع پر مسلمانوں ہی کا سا لباس پہنتے ہیں، وہ بھی پگڑی باندھتے ہیں اور چمڑے کے جوتے پہنتے ہیں۔ درزی کے سلے ہوئے کپڑے بھی استعمال کرتے ہیں۔

---

[1] بکانن کو سہو ہوا ہے برہتی بارہ ہاتھ لمبی اور کم از کم ۴۴ انچ چوڑی ہوتی تھی اور اب بھی مستعمل ہے۔

[2] کنگھا غالباً دگلہ یا بھوٹیا کو کہا جاتا تھا (اکمل)

انگہ :- وہ لکھتے ہیں کہ ہندوؤں اور مسلمانوں میں فرق لباس کے لحاظ سے صرف انگہ اور کوٹ کے بند لگانے کے طریقہ کا ہے۔ یعنی ہندو انگا کے بند دائیں جانب لگاتے ہیں اور مسلمان بائیں۔

ازار: ہندو بھی ازار پہنتے ہیں۔ مگر وہ ازار کے نیچے ایک چھوٹی سی دھوتی باندھ لیتے ہیں۔

پگڑی: ہندو بھی پگڑیاں باندھتے ہیں مگر ان کی پگڑیاں نسبتاً چھوٹی ہوتی ہیں لیکن مذہبی تیوہار کے مواقع پر ان بدیسی تعیشات کی بجائے صرف دھوتی باندھتے ہیں۔

اعلےٰ طبقہ کے ہندوؤں کا روزمرہ کا لباس

پگڑی۔ ازار۔ دھوتی۔ دوپٹہ۔ چمڑے کے جوتے اور کھڑاون

روزمرہ کے لباس میں ہندو پگڑی تو باندھتے ہی ہیں مگر ازار کے بجائے دھوتی ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ ایک دوپٹہ بھی کاندھوں پر ڈال لیتے ہیں۔ اب بہتیرے چمڑے کے جوتے استعمال کرنے لگے ہیں۔ لیکن بعض اب بھی کھڑاویں پہننے کی قدیم روایت پر قائم ہیں۔

اعلےٰ طبقہ کے ہندوؤں کا گرمیوں کا لباس

انگہ یا انگرکھا۔

ہندو لوگ گرمیوں میں روزمرہ کے استعمال میں انگرکھا یا انگہ پہنتے ہیں۔ مگر ان کے انگرکھا یا انگہ میں دائیں طرف بند ہوتا ہے۔ بعضے لمبا کوٹ یعنی لبادہ بھی اوڑھتے ہیں۔ جو مالدیسی چھینٹ کا ہوتا ہے۔

اعلےٰ طبقہ کے ہندو مردوں کا جاڑوں کا لباس

اعلیٰ طبقہ کے ہندوؤں کا جاڑے کا لباس بھی وہی تھا جو اوپر بیان ہو چکا مگر سردیوں میں چھینٹ کی رضائی اوڑھتے تھے یا دوہر استعمال کرتے تھے جس میں مغزی لگی ہوتی تھی۔ جسے دولائی بھی کہتے تھے۔

درمیانی طبقہ کے ہندوؤں کا پورا لباس

پگڑی۔ کوری دھوتی۔ یک لئی۔ انگرکھا۔ چمڑے کا جوتا۔

بکانن صاحب کے بیان کے مطابق درمیانی درجہ کے ہندو گرمیوں میں کوری دھوتی پہنتے تھے۔ اور مسلمانوں کی طرح یک لائی (Eklayi) یا دوپٹہ اس کے علاوہ ایک مختصر انگرکھا استعمال کرتے تھے، سر پر پگڑی ہوتی تھی اور جوتے چمڑے کے ہوتے تھے۔

سردیوں میں بعض ہندو چادر کے بدلے شال اوڑھتے تھے اور بعضے رضائی اور بعضے دولائی جو دھاری دار ململ کا ہوتا تھا۔ اس میں مغزی لگی ہوتی تھی۔

اس طبقہ کے بہتیرے برہمن پورا اسلامی جوڑا پہنتے تھے۔ مگر ازار کے اندر دھوتی باندھتے تھے۔

درمیانی طبقہ کے ہندوؤں کا گرمیوں اور جاڑوں کا معمولی لباس

گرمیوں میں درمیانی طبقہ کے ہندو کی روزمرہ کے استعمال میں کوری دھوتی، دوپٹہ اور لکڑی کی کھڑاویں ہوتی تھیں۔

سردیوں میں رزائی، انگرکھا یا انگہ اور پگڑی کا اضافہ ہوتا تھا۔

اونچے طبقہ کی ہندو عورتوں کا لباس گرمیوں میں

گھگرا یا لہنگا۔ ساڑی۔ یک پٹہ۔ انگیہ۔ چولی۔

۱۸۰۸ء میں بکانن صاحب کے بقول اونچے طبقہ کی ہندو عورتیں ایسا لباس نہیں پہنتی تھیں جو سوئی سے سی کر تیار کیا جاتا تھا۔ اعلیٰ طبقہ کی ہندو عورتوں کا پورا لباس یہ تھا۔

(۱) ایک ریشمی گھگرا یا لہنگا (Petti coat) (۲) ایک ریشم یا ململ کا ایک پٹہ (Veil)
ساڑی کے ساتھ بھی اس کا استعمال کیا جاتا تھا۔

چھتری یا راجپوت عورتیں اس کے بدلے انگیہ (bodice) پہنتی تھیں۔
اور ایک مختصر سی چولی۔ جاڑوں میں شال یا رضائی کا اضافہ کر لیا جاتا تھا۔

درمیانی طبقہ کی ہندو عورتوں کا گرمیوں کا لباس

ساڑی۔ دوہر (جاڑوں میں)

ڈھلی ہوئی ململ کی ساڑی یا ریشمی ساڑی۔ بہتیری عورتیں ساڑی کو اوپر سے اوڑھ بھی لیتی تھیں۔ اور بعض سردیوں میں اوپر سے دوہر اوڑھا کرتی تھیں۔

ان کے گرمیوں کا روزمرہ کا لباس بس کوری ساڑی ہی تھا۔ جاڑوں میں ایک اور ساڑی گردن کے اوپر سے لے کر پورے بدن پر لپیٹ لی جاتی تھی۔

غریب طبقہ کی ہندو عورتوں کا لباس

غریب ہندو عورتوں کا لباس وہی تھا جو درمیانی طبقے کی ہندو عورتوں کا روزمرہ کا لباس تھا یعنی ساڑی۔ مگر ان کی ساڑیاں کوری اور کچھ چھوٹی ہوتی تھیں۔ اور شادی بیاہ کے مواقع پر ساڑی کو دھو کر رنگ دیا جاتا تھا۔

لباس کے معاملے میں مسلمانوں کی تقلید

بکانن لکھتے ہیں کہ "پورنیہ ضلع میں لباس کے معاملے میں دوسری قومیں مسلمانوں کی تقلید کرتی ہیں۔ اور ہندو عمائدین جب تقریبات کے مواقع پر باہر نکلتے ہیں تو مسلمانوں ہی کی طرح صاف ستھرے لباس پہن کر نکلتے ہیں:۔

"The Moslems Leading the Fashion in this district and being very smart, the Hindu men of rank, when they appear in public keep them selves elcem" [1]

[1] بکانن پورنیہ رپورٹ مرتبہ جیکسن ص ۱۴۲-۱۴۱

ہندو عورتیں اور پردہ

پورنیہ ضلع میں ۱۰-۱۸۰۹ء میں یعنی آج سے ۱۶۶ سال قبل مسلمان عورتیں تو کیا ہندو عورتیں بھی پردے کی پابند تھیں۔ شتر بے مہار کی طرح ادھر ادھر بے پردہ گھوما نہیں کرتی تھیں۔ صرف پست طبقہ کی ہندو عورتیں باہر نظر آتی تھیں۔ جو معاشی مجبوریوں کے تحت باہر نکل کر کام کرنے پر مجبور ہوتیں۔

بکانن صاحب نے انہیں عورتوں کو باہر نکلتے دیکھا جو غریبی کے سبب باہر کام کرنے پر مجبور ہوتی تھیں۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:۔

"کہا جاتا ہے کہ مسلمانوں کی عورتیں اور بعض ہندو ذات کی عورتیں جو پردہ نشیں ہیں اور باہر نہیں نکلتیں۔ کسی حد تک صاف ستھری رہتی ہیں۔ لیکن جو عورتیں باہر نکلتی ہیں وہ تو اتنی میلی کچیلی رہتی ہیں کہ میں نے ایسی میلی کچیلی عورتیں کبھی نہیں دیکھیں"۔ [1]

فوجداروں کے عہد میں پورنیہ ضلع میں فارسی کا رواج

فوجداران پورنیہ کے عہد میں فارسی سرکاری زبان تھی۔ یہ فوجداران خود بھی فارسی زبان وادب کے عالم تھے اور ان میں سے بعض نے فارسی علم وادب کے نامی گرامی علماء و فضلاء کو اپنے دربار سے وابستہ کر کے علم وادب کو فروغ دینے کی کوشش کی۔ اس کے اثر سے پورنیہ ضلع میں فارسی پڑھنے لکھنے کا کافی رواج ہوا۔ شہروں کے علاوہ دیہاتوں میں بھی فارسی کے مدرسوں اور مکتبوں کا جال سا بچھ گیا۔ بعض بعض پرگنے اور بعض بعض گاؤں فارسی علم وادب کا مرکز بن گئے۔ سری پور پرگنہ نے اس سلسلے میں ایک ممتاز مقام حاصل کیا۔

مولوی محمد سلیمان صاحب سلیمان تحریر فرماتے ہیں:۔

"پورنیہ دہلی سے دور اور لکھنؤ سے الگ سہی مگر "ادیم پورنیہ" شیراز و تبریز کے

[1] بکانن پورنیہ رپورٹ مرتبہ جیکسن ص ۱۴۲

"سُہیل" سے کبھی ضرور رنگ یاب تھا۔ حضرت غالب کا "عنقائے مدعا" ممکن ہے۔ اس کے "دامِ آگہی" میں نہ آئے لیکن "غریب شہر" کے "سخنہائے گفتنی" سمجھنے کو یہاں بہتیرے زباندان موجود تھے۔ کہنا یہ ہے کہ پورنیہ میں فارسی کے اچھے اچھے مکاتب تھے۔ یہاں کے لوگ اچھی فارسی جانتے تھے۔ فارسی زبادانی کا عام رواج تھا۔[1]

اور سری پور ضلع پورنیہ کا ایک ممتاز پرگنہ تھا جو صاحب سیرالمتاخرین (غلام حسین طباطبائی) سے متعلق یعنی ان کی زمینداری میں رہا تھا۔ علم و ادب کے چرچے سے معمور تھا۔ سرکاری درسگاہوں کے سوا سایہ سرکار سے مستغنی ہر ہر بستی میں درسگاہیں تھیں۔"[2]

فارسی اور اردو کے لئے سری پور سارے ضلع میں مفتخر تھا۔ عدالتوں کے اسامیوں میں یہ فائز تھے۔ پورنیہ کی سرکاری ملازمتوں میں عدالتی اہل کاروں میں پورنیہ کی باشندوں کی جو تعداد آج برسرکار ہے اس سے زیادہ تعداد میں اس وقت تھے۔ میرے جدامجد کی منصفی کے عہدہ پر بحالی ۱۸۵۶ء میں ہوئی تھی اور اس عہد میں سری پور کی ہر دوسری تیسری بستی میں کافی تعلیم یافتہ لوگ بستے تھے۔ جن میں اہل کاران سرکاری بھی تھے۔

"اس عہد میں سری پور کشن گنج سب ڈویزن ہی نہیں سارے پورنیہ میں مسلمانوں میں فارسی کا رواج تھا۔ سری پور کا تو کیا ذکر اردو ہندی بھی نہیں۔ مسلمان خط و کتابت تک فارسی میں کرتے تھے۔[2]

"فارسی کا رواج بہ کثرت تھا۔ لوگ فارسی میں شاعری بھی کرتے تھے۔ اس کے ثبوت میں قلمی نسخوں کے علاوہ مطبوعہ کتابیں بھی ملتی ہیں۔ کلیات عزیزی ۱۳۱۴ھ کی چھپی ہوئی ہے۔ شاید اس سے پہلے بھی کوئی کتاب چھپی ہو گرچہ مجھ کو اس کی خبر نہیں۔"[3]

---

[1] اقتباس مضمون مولوی محمد سلیمان صاحب سلیمان کشن گنج بہ عنوان (انجمن ترقی اردو کشن گنج پر ایک اجمالی نظر" ماخوذ از گلدستہ مشاعرہ کشن گنج ۲ر مئی ۱۹۳۴ء ارمغان اتفاق) [2] ماخوذ از مضمون مولوی سلیمان صاحب سلیمان بعنوان "سری پور یا کشن گنج یا زبان معتبر نائیوں کی افسانہ طرازیاں مطبوعہ اخبار انصاف کشن گنج نمبر و پورنیہ نمبر اخبار انصاف کشن گنج ص ۹۶۔

[3] خطبہ استقبالیہ اردو کانفرنس کشن گنج منعقدہ ۶ مارچ ۱۹۴۵ء بصدارت مولانا شاہ حسین آرزو پھلواری لائبریرین گورنمنٹ اردو لائبریری پٹنہ۔ مرتبہ مولوی سلیمان صاحب۔ مطبوعہ جہانگیر پریس کشن گنج پورنیہ۔

"مغربی تعلیم کا سیلاب آیا اور ان مکاتب کے در و دیوار تک کو بہالے گیا۔ آج اگر دو چار باقی ہیں تو اس سیلاب زدگی کی زندہ یادگار کی صورت میں موجود ہیں۔

فارسی کے مکاتب اٹھ گئے۔ فارسی دانی جاتی رہی لیکن کسی زمانہ سناش نے وقت پر قوم کی کشتی کو ہوا کے رُخ پر لے جانے کا خیال نہ کیا بلکہ بعض نادان سیانوں نے ہوا ہی کا رُخ پھیرنے کے لئے "منتر" پڑھنا شروع کر دیا۔ ہوا کا رُخ نہ پھرنا تھا اور نہ پھرا۔ برادرانِ پورنیہ فارسی حاصل کرنے کے وسائل اور علل سے تہیدست و بے نیاز ہو کر بھی عنادل شیراز کے نغموں میں محو رہے۔"[3]

پورنیہ میں فارسی ــــــ بکانن کا بیان

جیسا کہ آپ کو معلوم ہے۔ بکانن صاحب نے پورنیہ ضلع کو ۱۸۰۹-۱۰ء میں دیکھا تھا۔ اس زمانے میں فارسی لکھنے پڑھنے کا رواج اتنا نہیں رہا تھا جتنا اس سے پہلے تھا۔ فارسی کے اکثر مکاتب اُٹھ چکے تھے۔ انگریزی قدم جا رہی تھی۔ پھر بھی کھنڈرات سے عمارتوں کا اندازہ تو کیا ہی جا سکتا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:۔

"اس ضلع میں لوگ کافی تعداد میں فارسی پڑھتے ہیں اور خیال کیا جاتا ہے کہ اس ضلع میں تقریباً ایک ہزار آدمی ایسے موجود ہیں جو اپنا کاروبار فارسی زبان میں کرنے کی پوری صلاحیت رکھتے ہیں۔ گو عام طور پر اس زبان کا استعمال کچہری کی ضروریات تک محدود ہے۔ اس ضلع میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جن کو اس زبان کا عمدہ اسکالر کہہ سکیں۔[1]

---

[1] مولوی سلیمان صاحب سلیمان کا مضمون "انجمن ترقی اردو کشن گنج ضلع پورنیہ ایک اجمالی نظر" ماخوذ از رسالہ "ارمغان اتفاق" گلدستہ شاعرہ کشن گنج منعقدہ ۲ر مئی ۱۹۳۴ء مرتبہ مولوی نظیر الاسلام صاحب وکیل سکریٹری "بزم احباب" کشن گنج۔

[2] اکاؤنٹ آف پورنیہ، بکانن مرتبہ جیکسن ص ۱۷۵-۱۷۶

پورنیہ میں فارسی زبان کی مقبولیت اور ہمہ گیری

پورنیہ کے فوجداروں کے عہد میں پورنیہ میں فارسی کے بہ کثرت رواج کا ہم اس ضلع کے ادبا و شعراء کی فارسی تصنیفات اور فارسی کے قلمی نسخوں اور اس ضلع کے صاحب ذوق افراد کے کتبخانوں کی فارسی کتابوں سے بھی اندازہ کر سکتے ہیں۔ اس ضلع میں فارسی نے کتنی مقبولیت حاصل کر لی تھی۔ کہ مسلمان تو مسلمان یہاں کے غیر مسلم بھی فارسی زبان کا کتبہ اپنے مندروں اور مزارات پر لگاتے تھے اور فارسی کی عمدہ کتابوں کو خوشخط لکھوا کر اپنے مطالعہ میں رکھتے تھے۔ اور اپنی لائبریری کی زینت بناتے تھے۔ مشتے نمونہ از خروارے کے طور پر چند مثالیں دی جاتی ہیں۔

پورنیہ سیٹی میں چاندنی چوک سے پورب تھانہ کی طرف جانے والی سڑک کے اتر سڑک کے بالکل کنارے پر ایک مندر ہے جس کے داخلی دروازے پر سنگ مرمر پر مندرجہ ذیل اشعار لکھے ہوئے ہیں۔ یہ مندر بابو رام چند نے بنوایا ہے اور سنگ بنیاد سنہ ۱۲۷۲ ملکی کا ہے۔

پورنیہ سیٹی کے مندر کا فارسی کتبہ

مصدر حسنات وجود فیض بابو رامچند — پور نانک بخش صاحب منشیٔ جادو رقم
کرد ہر مندل بنا چوں بہر کسب فیض خلق — بہر تاریخش جائے گفت آں والا ہمم
سال ملکی را بہ صنعت صوری و معنوی — خواستم بر صفحۂ قرطاس بنویسد قلم
اندر آں دم سال استعا چہ خوش ہاتف بگفت — یک ہزار و دو صد و ہفتاد و دو رکن رقم

سنہ ۱۲۷۲ ملکی۔

عیسائیوں کے مزار پر فارسی کتبے

عیسائیوں کے مزارات پر بھی فارسی کے کتبے راقم کو ملے ہیں، جن میں سے چند یہ ہیں:۔

(۱) جون۔ ڈبلیو براؤن کے مزار کا فارسی کتبہ سنہ ۱۱۹۵ بنگلہ۔
(۲) ڈاکٹر پی۔ آئی فلور۔ ایم ڈی کے مزار کا فارسی کتبہ سنہ ۱۱۸۵ بنگلہ۔
(۳) کپتان بنجمن بلیک کے مزار کا فارسی کتبہ سنہ ۱۲۲۷ بنگلہ (سنہ ۱۸۲۰ء)
(۴) چارلس پامر کے مزار کا فارسی کتبہ سنہ ۱۸۴۰ء
(۵) مسماۃ میری این بنت چارلس و ریاض النساء زوجہ پالمر کے مزار کا فارسی کتبہ سنہ ۱۸۵۳ء۔

فارسی مخطوطات غیر مسلم رؤسا کی لائبریریوں میں

پورنیہ کے مسلمان راجہ نواب اور رؤساء کے علاوہ یہاں کے ہندو عیسائی راجہ اور زمیندار بھی فارسی کے قدرداں دلدادہ اور سرپرست رہے ہیں۔ ان کی لائبریریوں میں بھی فارسی کے قیمتی نسخے ہاتھ سے لکھے ہوئے کافی تعداد میں تھے۔ سرنگر کے راجہ کی لائبریری میں سینکڑوں قلمی کتابیں فارسی کی تھیں جن میں سے اکثر برباد ہو گئیں۔ کچھ بچے کھچے نسخے آج بھی پورنیہ کلا بھون میں موجود ہیں۔ اسی طرح پرگنہ سلطان پور کے زمیندار مہاراجہ مہندر نارائن رائے کی لائبریری میں بھی جو ڈیوڑھی سیف گنج کٹیہار میں تھی فارسی کے کافی قلمی نسخے تھے۔

راقم الحروف کو ان کی لائبریری کا دیوان حافظ کا ایک قلمی نسخہ ملا تھا جو بہت خوب صورت تھا۔ اس کے کاتب فرحت حسین وکیل محکمۂ صدر امین عالی ضلع پورنیہ ہیں۔ جو پرگنہ نوبت پور بلیا معمولہ ضلع عظیم آباد کے باشندہ تھے۔ کاتب موصوف نے لکھا ہے کہ میں نے مہاراجہ موصوف کی فرمائش پر ان کے لئے ان کی ڈیوڑھی سیف گنج کٹیہار

میں دیوان حافظ کا یہ نسخہ لکھا ہے۔ یہ کتاب ۲۶ ماہ کا تک سنہ ۱۲۵۴ ملکی میں لکھی گئی ہے۔

پورنیہ ضلع کی قدیم لائبریریوں کے بعض قلمی نسخے

(بہ زبان فارسی)

۱۔ جوامع الحکایات ولوامع الروایات ۲۔ تاریخ سلطنت خاقان ۳۔ اکبر نامہ مرقومہ سنہ ۱۰۶۸ء ۴۔ مسائل شرح وقایہ مرقومہ سنہ ۱۰۷۶ھ ۵۔ ترجمہ رسالہ جالینوس ۶۔ فرہنگ مرقومہ سنہ ۱۰۲۶ھ۔ ۷۔ انشائے بدیع ۸۔ بہار دانش ۹۔ بوستاں ۱۰۔ گلشن احمدی مرقومہ سنہ ۱۲۳۱ھ۔

۱۱۔ کتاب المنطق ۱۲۔ جواہر التفسیر لتحفۃ الامیر سنہ ۷۹۸ھ ۱۳۔ فوائد الضیائیہ ۱۴۔ شاہنامہ فردوسی دفتر اول ۱۵۔ دیوانِ حافظ ۱۶۔ رسالہ استعارات فارسی ۱۷۔ کریما مخمس سنہ ۱۳۱۴ھ ۱۸۔ گلستان ۱۹۔ مثنوی بوعلی شاہ قلندر مرقومہ سنہ ۱۲۹۸ھ ۲۰۔ رقعات سنہ ۱۲۴۷ ملکی۔ ان مخطوطات کے متعلق قدرے تفصیل سے انسان اخبار کشن گنج کے "پورنیہ نمبر" میں لکھا جا چکا ہے۔ ناظرین مزید تفصیلات معلوم کریں۔ (پورنیہ نمبر سنہ ۱۹۵۵ء میں راقم الحروف نے مرتب کر کے شائع کرایا ہے) ۲۱۔ سکندر نامہ قلمی مصور مرقومہ سنہ ۱۲۴۷ھ ۲۲۔ ہفت پیکر مرقومہ سنہ ۱۲۴۱ھ ۲۳۔ سکندر نامہ مرقوم سنہ ۱۲۴۱ھ ۲۴۔ مخزن الاسرار ۲۵۔ اختیارات قاسمی (طب کی کتاب) ۲۶۔ کتاب الانشاء مرقومہ سنہ ۱۰۵۰ھ ۲۷۔ گلستان قلمی مرقومہ سنہ ۱۱۴۳ھ ۲۸۔ گلستان۔ ۲۹۔ دیوان قدسی ۳۰۔ دیوانِ خالص ۳۱۔ دیوان نوعی ۳۲۔ دیوانِ فصیحی ۳۳۔ جواہر خمسہ (غوث گوالیاری) مرقومہ سنہ ۱۰۹۵ھ ۳۴۔ مخزن اسرار ۳۵۔ دیوان لطیفی پورنیوی مرقومہ سنہ ۱۳۲۵ھ ۳۶۔ دیوان مفقود مرقومہ سنہ ۱۹۰۷ء ۳۷۔ مثنوی مولانا روم مرقومہ سنہ ۱۳۲۳ھ۔ ۳۸۔ سلسلہ فقیرانِ ہند مرقومہ سنہ ۱۳۲۱ھ ۳۹۔ مثنوی سوز و گداز مرقومہ سنہ ۱۳۲۱ھ۔ ۴۰۔ لطائف حفظ السالکین مرقومہ سنہ ۱۳۳۶ھ ۴۱۔ ہدایت المومنین مرقومہ سنہ ۱۱۹۰ھ۔ ۲۱ تا ۴۱ جو قلمی نسخے نامزد کئے گئے ہیں وہ مہین گاؤں (ضلع پورنیہ) کی قدیم لائبریری میں

نظر سے گذر چکی ہیں۔ اس لائبریری میں اور بھی کافی مخطوطات ہیں جنہیں اب تک راقم الحروف دیکھ نہیں سکا ہے۔ ان کے علاوہ بیریا علاقہ تھانہ بائسی ضلع پورنیہ کی قدیم لائبریری میں بھی کافی قلمی نسخے ہیں جنہیں اب تک دیکھ نہیں سکا ہوں۔ نیز اس ضلع میں بہتیری قدیم لائبریریاں ایسی ہیں جہاں فارسی کے مخطوطات اب تک مل سکتے ہیں۔ اور بہتیرے افراد ایسے ہیں جن کے پاس اب بھی کچھ نہ کچھ بچے کھچے فارسی مخطوطے رہ گئے ہیں۔

مصنف کی دوسری غیر مطبوعہ تصنیفات و تالیفات

- پورنیہ کے اولیاء
- تاریخ پورنیہ (از عہد قدیم تا عہد مغلیہ)
- پورنیہ میں اردو
- پورنیہ میں اسلام کی اشاعت۔
- کھگڑا، کھگڑا اسٹیٹ اور راجگانِ کھگڑا۔
- بہادر گنج ۱۷۰ سال پہلے
- ارریہ سب ڈویژن کی جھکیاں
- ضلع کٹیہار کی جھلکیاں
- پورنیہ کے فارسی شعراء و ادباء اور ان کی تصنیفات
- پورنیہ صوفی شعراء
- تاریخ بیرنگر و گوندوارہ
- مشائخ گوروینڈوہ
- تذکرہ حضرت جلال الدین تبریزی رح
- تذکرہ حضرت نور قطب عالم پنڈوی رح
- The land of Lotus مجموعہ مضامین انگریزی۔

فوجداران پورنیہ اور

علم و ادب کی مُربّیت

پورنیہ میں فوجداروں کی حکمرانی کا سلسلہ کب سے شروع ہوا اور سب سے پہلا فوجدار کون تھا زیر تحقیق ہے۔ مگر سترھویں صدی کے آخر سے یہاں فوجداروں کے باقاعدہ تقرر کا پتہ چلتا ہے جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا۔ نواب معین الدین سیف خاں ۱۱۳۱ھ (۱۷۲۱ء) میں پورنیہ کا فوجدار ہوا۔ ان سے قبل کے فوجداروں کے عہد کی تصنیفات و تالیفات کا پتہ ہمیں ابھی تک نہیں چل سکا ہے۔ مگر سیف خاں کے عہد سے یہاں اردو کے رواج اور تصنیف و تالیف کے آغاز کا صاف پتہ چلتا ہے۔ اور سیف خانی عہد کے بعد صولت جنگ اور شوکت جنگ فوجدار پورنیہ کے زمانے میں تو پورنیہ نے نہ صرف علم و ادب بلکہ اردو کی گرانقدر خدمتیں انجام دی ہیں۔ اور پورنیہ کو نہ صرف علم و ادب بلکہ اردو زبان و ادب کی مُربّیت کا شرف بھی حاصل رہا ہے۔

بدیا دھر، عہد سیف خانی کی ایک تصنیف

پورنیہ ضلع کی سب سے قدیم تصنیف جو اب تک دستیاب ہو سکی ہے "بدیا دھر" ہے۔ جو پورنیہ کے فوجدار نواب سیف خاں کے عہد میں تصنیف ہوئی ہے۔ سیف خاں بابائے اردو نواب امیر خاں انجام کے بھائی اور امیر خاں میر بیراں کے لڑکے تھے۔ انہوں نے پورنیہ پر بیس سال سے زیادہ عرصہ تک حکمرانی کی۔ علم و ادب کے مُربّی اور سرپرست اور علماء و فضلاء کے قدرداں تھے انہیں کی دعوت پر سید محمد علی اورنگ آبادی پورنیہ تشریف لائے اور یہیں سے عظیم آباد ہوتے ہوئے شاہ جہاں آباد گئے۔

بدیا دھر کے مصنف شاہ کفایت ہیں۔ ان کے والد کا نام شیخ محمد تھا۔ شاہ کفایت

پورنیہ ضلع کے صدر مقام پورنیہ سے پورب دمکا نامی گاؤں کے رہنے والے تھے۔ یہ کتاب ۱۱۳۶ھ (۱۷۲۸ء) میں لکھی گئی ہے۔ سیف خاں کے مصاحبوں میں کوئی شیخ سمیع نامی تھے جن سے کفایت کو دوستی تھی۔ یہ کتاب انہیں کی تحریک اور اصرار پر لکھی گئی ہے۔ یہ کتاب منظوم ہے۔

شیخ کفایت کے مرشد کا نام حضرت محمد اعظم ناظرپوری ہے جو چھچھم کے رہنے والے تھے۔ کفایت نے اس کتاب کو بیس پچیس سال کی عمر میں تصنیف کیا ہے۔ اس کتاب کو مولوی مقبول حسین صاحب مرحوم پورنیوی نے ترتیب دے کر چھپوانا چاہا تھا مگر وہ ایسا نہ کر سکے۔ اس کی سعادت جناب محبوب الرحمٰن محبوب مالک محبوب عالم پریس کشن گنج (ضلع پورنیہ) کو ملی۔ جنہوں نے اپنے پریس میں چھپوا کر ۱۹۲۸ء میں شائع کروایا ہے۔ اس کی ضخامت ۲۳۰ صفحات ہے۔ اس کا دیباچہ مولوی محمد سلیمان صاحب سلیمان مرحوم بی۔ ایل کشن گنج نے لکھا ہے۔ دیباچہ میں انہوں نے اس کتاب کے متعلق لکھا ہے:-

"بدیا دھر نے ایک تاریخی حیثیت حاصل کر لی ہے۔ دو سو برس سے اوپر کی لکھی ہوئی یہ کتاب جو اب تک سینہ بہ سینہ چلی آرہی ہے یقیناً نوادرات سے ہے اور اس سے ثابت ہے کہ بعض خصوصیتیں اس میں ایسی ہیں جنہوں نے اس کتاب کو فنا کے دستبرد سے بچا لیا ہے۔ پورنیہ کے بعض علاقوں میں اس کی قدر آج بھی بہت زیادہ ہے اور لوگ پڑھ پڑھ کر نہیں بلکہ گا گا کر (اس کے پڑھنے کا ایک خاص انداز ہے) محظوظ ہوتے ہیں۔ اس میں تخصیص نہیں بلکہ ہندو مسلمان، جوان بوڑھے، عام خاص سبھی اس کے گرویدہ پائے جاتے ہیں۔ کاشتکار ہو یا زمیندار امیر ہو یا غریب سبھی اس سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔"

انہوں نے مزید لکھا ہے کہ۔ اس کے اکثر قلمی نسخے پائے جاتے تھے اور اپنی مقبولیت کے سبب پہلے پہل گزشتہ سال چھپ کر شائع بھی ہو گئی ہے۔

آگے چل کر وہ لکھتے ہیں یہ کتاب ہندو مسلم اتحاد کا ایک بہترین نمونہ ہے۔ کتاب میں حمد بھی ہے نعت بھی چاریار کا بھی ذکر ہے اور آل اطہار کا بھی۔ ازواج مقدسہ کا بھی بیان ہے۔ اور شریعت طریقت اور حقیقت و معرفت پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔ اصل کہانی کا تعلق ایک راجہ کی لڑکی سے ہے۔ ہیرو بھی ہندو ہے۔ بادی النظر میں قصہ کچھ بھی نہیں ہے۔ لیکن مصنف نے بات میں بات نکالی ہے اور اچھی سخن طرازی کی ہے۔ اس میں مسائل بھی ہیں دوائیں بھی۔ فال نامہ بھی ہے اور تعبیر خواب بھی، کوک شاستر بھی ہے۔

بدیادھر کے متعلق پروانہ اصلاحی صاحب اعظمی رفیق دارالمصنفین اعظم گڑھ رقم طراز ہیں۔

کہنے کو تو اس میں مسائل بھی ہیں دوائیں بھی فال نامہ بھی۔ تعبیر خواب بھی مگر در حقیقت یہ شعر و شاعری کا شاہکار ہے۔ شاہ صاحب کا صوفیانہ تخیل، عارفانہ فکر ان کے نرم و نازک احساسات، ان کی سادگی حسن فطرت کے دلفریب جلوے، خیالات کی باریک بینی الفاظ کی شیرینی دلوں کو موہ لیتی ہے۔ شاہ صاحب کے نغمے فکر مندوں کو سکون و طمانیت ہی نہیں بخشتے بلکہ ان کے حوصلوں کو بھی بلند کرتے ہیں۔ ان کی شاعری میں آفاقیت بھی ہے اور دوام بھی۔ آج دو سو برس کے بعد بھی ان کا کلام تازہ اور جاندار ہے۔

نمونہ کلام شاہ کفایت رحہ

بنا محمدؐ جو پنتھ سدھارے — پہنچے نہیں بٹوار ہی مارے

(جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رہنمائی سے بے نیاز ہو کر راستہ چلے گا وہ منزل تک نہیں پہنچ سکتا۔ راستہ ہی میں لُٹے گا۔)

خلاف پیمبر کسے رہ گزید — کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

بلورتیہ سے پورب نیر ایک گاؤں — پرگنہ حویلی دمکا ناؤں

سو حضرت کرپا جو کیا — ہردے جڑے پریم کر دیا

(ان حضرت نے کرم فرمائی کی دل میں محبت کا چراغ روشن کر دیا)

حضرت میاں صاحب سوا گواہے مور — تاسو درشن بدھا تا کھلا گیان کا ڈور

(حضرت میاں صاحب میرے رہنما ہیں انہیں کے طفیل ہدایت ملی اور معرفت الٰہی کا دروازہ کھلا)

پنڈت بڑا گیانی نگر بھیا سو رہند — جنم سکھی اور ہنس مکھی کنول کھلے جس بھور

(عالم بڑے زبردست اور جیدان کا شہرہ دنیا میں پھیل گیا۔ خوشحال اور ہنس مکھ ایسے جیسے صبح سویرے کنول کھلا ہوا ہو)

تیہی سے ایک کتھا ہم بولا — ہیا بھنڈار جیب سو کھولا

(ہم نے اسی سے ایک کہانی کہی گنج دل کو کلید زبان سے کھولا)

چندر بھان راجہ کر نادل بدیادھر بھرنار — گیت سنا گائن مکھ پوتھی کیا وچار

(راجہ کا نام چندر بھان عورت کا نام بدیادھر گائن کے مکھ سے سن کر کتاب لکھی)

کنیا روپ سنا جب راجہ — پریم ان کو رہیا میں جاگا

(لڑکی کی داستان حسن سنکر عشق کا پودا دل میں اُگا)

کچھو ہیے کچھ ڈرے من ماہیں — پر کچھ ہیو ہم جانے ناہیں

(خوش دل بھی اور دل ہی دل میں ڈرتی ہوئی بھی مرد کے ساتھ کیونکر برتاؤ کیا جائے کچھ معلوم نہیں)

آہ وہ جوش محبت وہ تقاضائے حیا — خندہ زیر لب نگاہ ناز شرمائی ہوئی

تو نا سامی ہم ابلہ — تھر تھر کانپے انگا

(میرے سوامی (شوہر) جوان اور میں الھڑ سارا جسم تھر تھر کانپ رہا ہے)

بدیادھر کے دیباچہ میں مولوی محمد سلیمان صاحب سلیمان لکھتے ہیں کہ کفایت کو شاعروں میں جگہ دینے کے لیے یہی ایک مصرعہ کافی تھا۔ ان کے کلام میں پختگی ہے دینداری ہے۔ اپنے کلام سے کفایت رحہ ایک صلح کل، فقیر منش، صاف طینیت انسان معلوم ہوتے ہیں۔ ہندی

والے خواہ اُسے ہندی کہیں۔ بدیا دھر میں کفایت نے جو زبان استعمال کی ہے وہ متروک ہے۔ جس زمانے میں یہ کتاب لکھی گئی ہے۔ اسوقت ہندی اردو الگ الگ زبان نہیں تھی۔ اگر ہم بدیا دھر کی زبان کو پورنیہ ضلع میں اردو کی ابتدائی شکل کہیں تو شاید بیجا نہ ہوگا۔ کفایت کی زبان کافی مقامی اثر لئے ہوئے ہے اور بدیا دھر سے اس زمانہ کے ہندو مسلم اتحاد کا بھی پتہ چلتا ہے۔

نواب صولت جنگ و شوکت جنگ کا عہد

سنہ ۱۷۴۸ء تا سنہ ۱۷۵۶ء

سیف خاں فوجدار پورنیہ کے مرنے پر نواب صولت جنگ سنہ ۱۱۶۱ھ میں پورنیہ کے فوجدار مقرر ہوئے۔ وہ علم و ادب کے دلدادہ مربّی اور سرپرست تھے۔ اسی علم دوستی کی بنا پر جب وہ عظیم آباد سے مرشد آباد آگئے، اور وہاں سے پورنیہ کی فوجداری پر مامور ہوکر پورنیہ آئے تو اپنے ساتھ اپنے اعزہ و اقربا کے علاوہ فضلائے عظیم آباد و دلی میں سے بڑے بڑے جیّد اور نامی گرامی فضلاء کو بھی اپنے ساتھ پورنیہ لائے۔ ان علماء و فضلا کی آمد سے پورنیہ علم و ادب کا مرکز بن گیا۔[1] وہ ان کی مجلس میں پابندی سے بیٹھتا ان سے علمی چھیڑ چھاڑ ہوتی۔ شعر و سخن کے چرچے رہتے۔ کبھی ان کے معمولات میں فرق نہیں آیا۔ چنانچہ سیر المتاخرین کے مصنف غلام حسین طباطبائی جو ان کے مصاحبوں میں تھے اور سات سال تک پورنیہ میں رہے اور پرگنہ سری پور کے زمیندار بھی رہے اور سیر المتاخرین کی تصنیف بھی یہیں کی رقمطراز ہیں۔

"عصر کی نماز کے بعد باہر آتا، اس مجلس میں اول علماء مثلاً مُلّا غلام یحیٰ، مفتی ضیاء اللہ،

۱؎ محمد علی حزیں (متوفی سنہ ۱۱۸۰ھ) کو بھی صولت جنگ نے پورنیہ تشریف آوری کے لئے عریضہ لکھا تھا۔ مگر نہ آسکے (سیر المتاخرین اردو ترجمہ ج ۲ ص ۲۶۲)

میر وحید، مولوی لعل محمد، شیخ ہدایت اللہ، سید عبدالہادی روشن حاضر ہوتے، دو گھڑی نجوم تک علمی مذاکرہ ہوتا اور ایک مخصوص کتاب درس کے طور پر پڑھی جاتی۔ ملّا غلام یحیٰ اس کے مشکلات حل فرماتے اور لوگ بھی گفتگو اس مقدمہ میں کرتے، مکرر فرماتا تھا کہ اس قدر اس کا پابند ہوا ہوں کہ اگر کسی دن نصیب ہو تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی بڑی دولت چھن گئی ہے۔ خاطر مشوش رہتی ہے۔[1] اگر ایک طرف ارباب فضل و کمال سے صولت جنگ کا دربار جگمگا رہا تھا تو دوسری طرف شعراء و ادبا اپنی ترانہ سنجیوں اور جواہر پاروں سے دربار کی رونق بڑھاتے تھے۔ چنانچہ ان کے دربار سے چند شعراء کی وابستگی کا بھی پتہ چلتا ہے۔

میر عبدالہادی روشن

میر عبدالہادی روشن صاحب دیوان شاعر تھے۔ اور پورنیہ میں نواب صولت جنگ فوجدار پورنیہ کے دربار سے وابستہ تھے۔ صولت جنگ سے بے حد محبت تھی۔ جب اور جس دن صولت جنگ کی موت ہوئی، اسی دن اس کی موت کے صدمے سے جان جان آفریں کے سپرد کی[2] اور مدفن بھی غالباً پورنیہ ہی میں ہے۔

نظم و نثر میں مہارت تامہ رکھتے تھے اور عربی خوب جانتے تھے۔ جہانگیر نگر بنگالہ (ڈھاکہ) میں پیدا ہوئے اور شاہ جہاں آباد (دلی) میں نشو و نما پائی اور علوم متداولہ کی تحصیل کی رغبت نظم و نثر کی ہوئی۔ مورخ کے والد نے دو چھوٹے بھائیوں سید علی خاں اور غالب علی خاں کی تعلیم کے لئے شاہ جہاں آباد سے عظیم آباد بھیجا۔ ہیبت جنگ نے اپنا ملازم بنایا ان کے بعد صولت جنگ نے اُن کو اپنی رفاقت میں بلایا۔ اور جملہ فضلاء کے عظیم آباد میں اُسے بھی قبول کیا۔

۱؎ سیر المتاخرین اردو ترجمہ جلد ۲ ص ۲۴۵

۲؎ " " " " ص

ہمیشہ خلوت نشیں اور قاصر طبیعتوں کی آمیزش سے دور رہتا، لوگوں سے کم آمیزش رکھتا اور فکر شعر و سخن میں بسر کرتا۔ عظیم آباد اور پورنیہ میں جب تک زندہ رہا فقیر حقیر سے ہمکلام رہا کہ ہماری تمہاری شکل اس شکل کے موافق ہے اگر تو نہ ہے تو میر سے شعر میں معنی نہ رہیں گے۔"[1]

میر باقر حزیں

میر باقر حزیں تخلص وطن شاہ جہاں آباد تھا اور مرزا مظہر جان جاناں کے شاگرد تھے۔ دلی سے عظیم آباد آئے۔ وہاں سے نواب سعید احمد خاں صولت جنگ (فوجدار پورنیہ) کے ساتھ پورنیہ آئے وہیں صولت جنگ کی رفاقت میں انہوں نے زندگی بسر کی اور بہت عزت و آبرو کے ساتھ بسر کی ہو سکتا ہے۔ مدفن بھی پورنیہ ہی میں ہو۔

گلشن ہند میں درج ہے :-

"رفیق تھے نواب با فرہنگ سعید احمد خاں صولت جنگ کے زندگی بسر کی ہے۔ انہوں نے ساتھ رعایت نام دنگ کے"[2]

گلشن ہند کا تاریخ اختتام سنہ ۱۱۹۸ھ / ۱۷۸۴ء ہے اور بارہ برس پہلے شروع ہوئی، گویا تقریباً سنہ ۱۱۸۶ھ میں نکات الشعراء جس کا سنہ تالیف غالباً سنہ ۱۱۶۵ھ ہے میں لکھا ہے "شنیدہ می شود کہ بہ بنگالہ رفت"[3]

تذکرہ میر حسن جس کا سنہ تصنیف سنہ ۱۱۸۸ھ / ۱۷۷۴ء تا سنہ ۱۱۹۲ھ / ۱۷۷۸ء ہے۔ اس میں باقر حزیں کے متعلق درج ہے :-

"از مدتے بہ طرف بنگالہ رفت"

سنہ ۱۱۶۳ھ تا سنہ ۱۱۶۹ھ وہ زمانہ ہے جب نواب سعید احمد خاں صولت جنگ پورنیہ کے فوجدار رہے۔ اور جب حزیں نے ان کی رفاقت میں زندگی بسر کی تو ظاہر ہے پورنیہ ہی میں بسر کی۔

---

[1] سیر المتاخرین اردو ترجمہ جلد ۲ ص ۲۵۳ [2] گلشن ہند ص ۸۲ [3] نکات الشعراء ص ۱۰۶

حسرت

مرزا مظہر جان جاناں کے شاگرد تھے۔ ہیبت قلی خاں لقب اور حسرت تخلص تھا۔ یہ بھی نواب شوکت جنگ فوجدار پورنیہ خلف نواب صولت جنگ فوجدار پورنیہ کے رفیق تھے[1] صاحب دیوان تھے۔ سنہ ۱۲۰۱ھ میں وفات کر گئے۔

انکا شعر ہے ؎

ترے جمال جہانگیر سے بنے کیوں کر
ہیں ایک تیرا دِوانہ ترا ہزار میں دل

کعبہ کبھی ہم گئے نہ گیا ان بتوں کا عشق ۔۔۔ اس درد کی خدا کے بھی گھر میں دوا نہیں

میر مستقیم جرأت

میر حسن نے اپنے تذکرہ میں میر مستقیم جرأت کا تذکرہ کیا ہے اور لکھا ہے کہ وہ بہ طرف پورنیہ گئے ہیں۔

"میر مستقیم سید زادہ عالی ہمت المتخلص بہ جرأت از نوجوانانِ محمد شاہی ست بندہ اورا در صغر سن بہ شاہ جہاں آباد دیدہ ام بسیار خوش رو بود کہ بے اختیار دل را می ربود۔ حالا شنیدہ ام کہ بہ طرف پورنیہ بہ لباس درویشی بہ سر می برد"[2]

تذکرہ میر حسن تقریباً سنہ ۹۲-۱۱۸۸ھ میں لکھا گیا ہے۔ جرأت اس زمانہ میں پورنیہ کے اطراف میں زندگی بسر کر رہے تھے۔ لہذا غالباً جرأت فوجداران پورنیہ کے آخری زمانہ میں پورنیہ میں درویشی کے لباس میں زندگی گزارتے تھے۔ یہ پورنیہ کے آخری فوجدار نواب محمد علی خاں مائل شیرازی کی حکمرانی کا زمانہ تھا۔ مائل خود بھی شاعر تھے۔ لہذا ہو سکتا ہے کہ جرأت نے مائل شیرازی ہی کے دربار سے وابستگی اختیار کی ہو۔ جرأت کا ایک شعر ہے ؎

کون گلشن میں یہ بو مشک کی لے آتی ہے ٭ کہتے ہیں زلف کے کوچے میں صبا جاتی ہے

---

[1] گلشن ہند ص ۸۸ [2] تذکرہ میر حسن ص ۴۳

آخری فوجدار نواب محمد علی خاں کے بعد کی تصانیف

(سنہ ۱۷۷۰ء تا سنہ ۱۸۸۳ء)

نواب محمد علی خاں مائل کے بعد احمد علی خاں بہادر تھے جو اُن کے لڑکے تھے اور جن کی وفات سنہ ۱۲۵۸ھ میں ہوئی۔ علمی و ادبی مجلسوں کی روایت قائم رکھی۔ ان کے زمانہ میں بھی پورنیہ میں تصنیف و تالیف اور شعر و شاعری جاری رہی۔ سنہ ۱۲۴۴ھ میں اس ضلع میں ایک نہایت ہی گراں قدر تصنیف وجود میں آئی۔ یہ مثنوی مولانا روم کا مکمل منظوم اردو ترجمہ ہے۔ اس کا نام 'باغِ ارم' ہے۔ یہ ترجمہ مخدومی و مکرمی جناب پروفیسر سید حسن عسکری کی نظر سے گذر چکا ہے[۱] اور اس ترجمہ کی انہوں نے تعریف کی ہے۔ اسکے مصنف پورنیہ ہی کے ایک فرد ہیں۔ یہ ترجمہ ۱۲۴۴ھ (۱۸۲۸ء) میں شروع ہوا۔ اور سنہ ۱۲۶۰ھ (۱۸۵۰ء) میں اس کی تکمیل ہوئی۔ اس کا ذکر راقم الحروف نے اپنے ایک مضمون بعنوان "چارلس پامر ایک اردو نواز انگریز" مطبوعہ زبان و ادب پٹنہ شمارہ اکتوبر سنہ ۷۹ء میں کیا ہے۔ محض یہ تصنیف ہی اس بات کے ثبوت کے لئے کافی ہے کہ فوجداروں کے عہد میں پورنیہ میں اردو کو اتنا فروغ ہو چکا تھا کہ یہاں کے اہلِ قلم مثنوی مولانا روم کا مکمل منظوم ترجمہ سلیس اردو میں کر سکتے تھے۔

اس عہد میں اور بھی کتابیں لکھی گئی ہونگی جن کی تلاش جاری ہے۔ اللہ تعالیٰ مدد فرمائے۔ اُسی زمانے میں اور اس کے کچھ ہی بعد بھگوان دین تائب (ارریہ) تفسیر پورنیوی، تسطیر پورنیوی، (شاگردانِ شوق نیموی) سالم لکھنوی پورنیوی داد سخن دیتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

تائب منشی شنکر لال صبا اندر دہی کے شاگرد تھے اور سنہ ۱۲۷۱ھ میں ۵۲ سال کی عمر میں انتقال کیا۔ انہی کا شعر ہے۔

باغِ دنیا میں وہ شجر ہیں ہم — پھولتے ہیں کبھی نہ پھلتے ہیں
ڈھونڈتا ہوں انہیں جو اے تائب — خانۂ دل میں وہ نکلتے ہیں[۲]

۱؎ رپورٹ ریجنل ریکارڈ سروے کمیٹی۔ بہار پٹنہ ۷۶-۱۹۶۵ صفحہ ۸۹-۸۵ ۲؎ تاریخ شعرائے بہار عزیز الدین بلخی۔

صاحب دیوان تفسیر پورنیوی کا تذکرہ یادگار وطن میں درج ہے انہی کا شعر ہے:-

رنج و غم اپنا کوئی کیا جانے — درد دل درد آشنا جانے

حضرت شوق نیموی نے تسطیر پورنیوی کا بھی تذکرہ یادگار وطن میں کیا ہے۔ صاحب دیوان شاعر تھے۔

سالم لکھنوی ثم پورنیوی ناسخ کے شاگرد تھے اور ۱۲۸۹ھ میں پورنیہ ہی میں انتقال کیا[۱]۔

فوجدارانِ پورنیہ نے علم و ادب کی جو سرپرستی فرمائی اور جو علمی ادبی محفلیں جمائیں ان کا اثر یہ ہوا کہ یہاں کی بعض عورتیں بھی شاعری کرنے لگیں۔

تذکرہ 'شمیم سخن' میں مولوی عبد الحی صاحب صفا بدایونی نے امیر بخش متخلص بہ آمیر کا تذکرہ کیا ہے اور اس کے اشعار بھی درج کئے ہیں اور لکھا ہے کہ آمیر ایک مشہور گانے والی ہے اور پورنیہ کی باشندہ ہے آمیر کا زمانہ لگ بھگ سنہ ۱۲۷۵ھ کے بعد ہے[۲]

فوجدارانِ پورنیہ کی علمی و ادبی سرپرستی کا اثر صرف شعر و شاعری ہی تک محدود نہیں رہا۔ فارسی و اردو کی نثری تصنیفات و تالیفات کا بھی سلسلہ اس ضلع میں چل پڑا۔ یہاں کے ہندو مسلم راجگان و امراء و رؤسا نے بھی علم و ادب کی سرپرستی کی ہے۔ کھگڑا کے راجگان میں راجہ سید عطا حسین عطا بڑے ذی علم، علم پرور اور علم و ادب کے مربی گزرے ہیں۔ انہوں نے اپنے دربار سے علماء و فضلاء، ادباء و شعراء کو وابستہ کیا ہے اور بعض مذہبی فارسی کتابوں کا اردو میں ترجمہ کرا کر شائع کیا ہے۔ اور بعض کو اردو میں لکھنے کی فرمائش کی ہے اور چھپوا کر شائع کرایا ہے۔ جن میں سے چند یہ ہیں:-

۱۔ حدیقة المرام اردو ترجمہ حقیقة الاسلام فارسی مصنفہ حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی۔ اسکے مترجم مولوی ظل الکریم بدوانی ہیں جو راجہ سید عطا حسین کے دامن دولت سے وابستہ تھے۔ یہ کتاب سنہ ۱۸۸۳ء میں مطبع نول کشور سے چھپی ہے اور راجہ صاحب نے چھپوائی اور شائع کرائی ہے۔

۱؎ تذکرہ شمیم سخن ص ۶

۲۔ رجم روافض اردو ترجمہ شہابِ ثاقب (فارسی) مصنفہ ظل الکریم بردوانی۔ یہ کتاب بھی راجہ صاحب ممدوح کے حکم سے اردو میں لکھی گئی ہے۔ اور مطبع نظامی کانپور میں ۱۲۷۳ھ میں چھپی ہے۔ راجہ صاحب نے اپنے خرچ سے چھپوا کر شائع کرایا ہے۔

۳۔ کتاب الاربعین فی اشاعۃ مراسم الدین۔ چہل حدیث کی کتاب ہے۔ مصنف حضرت مولانا قادر بخش سہسرامی ہیں جو راجہ سید عطا حسین کے دربار میں درس دہی، وعظ گوئی، امامت اور تصنیف و تالیف پر مامور تھے۔

راجہ صاحب نے تاکید کی کہ اردو زبان میں رسالہ لکھا جائے تاکہ عوام کو فائدہ ہو۔ یہ کتاب ۱۳۰۰ھ میں مطبع انوار محمدی لکھنؤ میں چھپی ہے اور راجہ صاحب نے چھپوا کر شائع کرایا ہے۔ اس میں حضرت مولانا عبدالحئی فرنگی محلی کی تقریظ ہے۔

۴۔ التقریر المعقول فی فضائل الصحابہ واہل بیت الرسول (اردو) یہ کتاب بھی راجہ صاحب ممدوح ہی نے مولانا قادر بخش سہسرامی سے اردو میں لکھوائی ہے اور اپنے خرچ سے مطبع انوار محمدی لکھنؤ سے ۱۳۰۰ھ میں چھپوا کر شائع کرائی ہے۔

پورنیہ کی غیر مسلم رعایا کے ساتھ فوجداران پورنیہ کا برتاؤ

پورنیہ کے فوجداروں کا تعلق یہاں کی ہندو رعایا کے ساتھ روادارانہ رہا۔ انہوں نے جہاں مسلمانوں کو حکومت کے عہدوں میں جگہ دی وہاں ہندو عہدہ داروں کا بھی تقرر کیا۔ انہیں بڑے بڑے عہدے عطا کیے۔ نواب سیف خاں فوجدار پورنیہ نے نندلال نامی شخص کو اپنا دیوان بنایا اور مورنگ جتنے علاقے اس نے فتح کیے ان کی ذمہ داری اور بندوبستی نندلال کے سپرد کی۔ وہ نندلال پر بہت اعتماد کرتا تھا۔ پورنیہ کے آخری راجہ اندر کے باپ راجہ رام چندر کو اسی نندلال دیوان کی سفارش پر سیف خاں نے زمینداری عطا کی۔ سیف خاں نے نندلال کو پوری آزادی دے رکھی تھی کہ وہ جہاں جہاں مناسب سمجھے مندر بنوائے چنانچہ دیوان نندلال نے پرساد پور، ڈمیا، مدن پور، بیرول کے علاوہ مختلف جگہوں پر مندر بنوائے۔ سیف خاں نے ان مندروں میں زمینیں وقف کیں۔ بکانن لکھتے ہیں کہ مدن پور میں دو مندر ہیں۔ یہ مندر دیوان نندلال کے بنوائے ہوئے ہیں۔ اس کے پجاری کو پچاس بیگہہ وقف زمین حاصل ہے۔ سیف خاں نے رتن پان نامی نجومی کو جاگیر میں کئی مواضعات دیئے تھے۔ سیف خاں نے ہندو راجاؤں سے جو علاقے حاصل کیے ان کو اسی خاندان کے افراد کے حوالہ کر دیا اور انہیں کو مالک بنایا۔

مسلمانوں نے لوا کھالی اسٹیٹ مورنگ کے راجہ غریب داس گوالا کے ورثہ سے حاصل کیا تھا۔ مگر جب سیف خاں فوجدار ہوا اور یہ اسٹیٹ فتح کیا گیا ۱۷۳۹ء میں سیف خاں نے اس کو غریب داس ہی کے حوالہ کر دیا۔ چونکہ اس کے خاندان کی یہ ملک رہ چکا تھا۔ اسی طرح فتحپور پرگنہ بھی مورنگ کا جزء تھا۔ مگر جب یہ حاصل کیا گیا تو پورنیہ کے ہندو راجہ کے حوالہ کر دیا۔

تیرا کھردا بھی فتح کرنے بعد پورنیہ کے ہندو راجہ کو دیدیا گیا۔ اسی طرح سیف خاں نے جب پرگنہ دھیبہر کو فتح کیا تو لوا کھالی اسٹیٹ کی طرح اس اسٹیٹ کو بھی اسی ہندو زمیندار کے وارثوں کو دے دیا جن کی یہ ملک تھا۔ للی ہزاری

للی ہزاری نواب صولت جنگ کا معتمد خاص تھا۔ اس نے للی ہزاری کو توپخانہ کے جمعداروں کا سردار بھی مقرر کر رکھا تھا۔ شوکت جنگ فوجدار پورنیہ نے متھن لال کو اپنا دیوان بنایا تھا اور بلدیہ باری کی جنگ میں وہ اس کا شریک تھا۔ شیام سندر سنگھ کائستھ شوکت جنگ کے دستی توپ خانے کا داروغہ تھا وہ شوکت جنگ کے جاں نثاروں میں تھا۔ بلدیہ باری (ضلع کٹیہار) کی جنگ میں اس نے سراج الدولہ کی فوج کے مقابلہ میں مردانہ وار لڑ کر جان دی۔ اسی طرح للی ہزاری دو ہزار سوار اور چھ ہزار پیادہ فوجوں کا رسالہ دار تھا۔ اچھل سنگھ کائستھ

شوکت جنگ کی طرف سے تاج پور کے کل علاقوں کے انتظام پر مامور تھا۔ اسی طرح اُودنت ہزاری شوکت جنگ فوجدار پورنیہ کے خاص معتمدوں میں تھا۔ لوہا سنگھ شوکت جنگ کی فوج کا سردار تھا۔

اچھل سنگھ کائستھ کو پرگنہ تاجپو، سری پور، گوندوارا اور کرڑھا گولہ کی زمینداری حاصل تھی۔

گردیال سنگھ، میر روح الدین خاں سپہ دار جنگ پسر سیف خاں فوجدار پورنیہ کے خاندان کا پروردہ اور نمک خوردہ تھا اور شبیر علی خاں کی طرف سے پورنیہ کا متصدی اور کارپرداز تھا۔

مذکرہ بالا مثالوں سے یہ بات اچھی طرح واضح ہو گی کہ پورنیہ کے غیر مسلموں کے ساتھ پورنیہ کے فوجداروں کا تعلق کس قسم کا رہا۔

پورنیہ ضلع کے مسلمان فوجداروں کا سلوک یہاں کی غیر مسلم رعایا کے ساتھ کس قدر منصفانہ، روادارانہ بلکہ فیاضانہ رہا۔ اس کا ثبوت اس سے بھی ملتا ہے۔ کہ اُنہوں نے جتنی زمینداریاں مسلم زمینداروں کو دیں اس سے زیادہ بلکہ تین گنا زیادہ زمینداریاں غیر مسلم زمینداروں کو عطا فرمائیں ۱۸۰۸ء تا ۱۸۱۰ء میں بکانن صاحب نے اپنی رپورٹ مرتب کی اس رپورٹ میں پورنیہ ضلع میں ۵۶ اسٹیٹ کا تذکرہ کیا ہے۔ ان میں سے جو جو اسٹیٹ ہندو زمینداروں کے قبضے میں تھے اُن کے نام حسب ذیل ہیں:۔

نمبر ۱ شیر شاہ آباد ۲ درشراف ۳ پردیال ۴ کوتوالی جنت آباد کا دوسرا حصہ ۵ دوگچھی ۶ بھاٹیا ۷ کملا باڑی ۸ اکبر پور ۹ گورہنڈہ ۔ ۱۰ ہیتھنڈہ ۱۱ طرفیچھتار کھ ۱۲ جے رام پور ۱۳ اکبر آباد ۱۴ سلطان گنج ۱۵ قاسم نگر ۱۶ فتح خانی ۱۷ کنک جول ۱۸ گرہی ۱۹ بہادر پور ۲۰ جوکہ ۔ ۲۱ چک دلاوری ۲۲ گھگرا ۲۳ کملاری پور ۲۴ کھلارا ۲۵ دلادر پور ۲۶ کھرواء

۲۷ ماتھور پور ۲۸ مال دوار ۲۹ سجانگر ۳۰ ڈھتلا یا دیوتلا ۳۱ حویلی پورنیہ ۳۲ آسجا ۳۳ کانگدیا ۳۴ کیٹھار یا کنتھیاری ۳۵ سری پور ۳۶ فتح پور۔ ۳۷ ہراوت ۳۸ تیرا کھرواء ۳۹ پواکھالی ۴۰ دھپہر ۴۱ دھرم پور۔

مسلم زمینداروں کے قبضے میں جو اسٹیٹ تھے ان کے نام یہ ہیں:۔

۱ کوتوالی جنت آباد ۲ امیر آباد ۳ دولت پور ۴ قاسم پور ۵ ماہی نگر ۶ چاردہ ہزاری ۷ حویلی تنگرا یا ٹانڈہ ۸ اسلامپور صاحب گنج ۔ ۹ اکبر نگر ۱۰ بررور ۱۱ چھ ہزاری ۱۲ سُرجا پور ۱۳ سلطان پور ۱۴ بائیس ہزاری

آپ نے اوپر ملاحظہ فرمایا ہوگا کہ کل ۵۶ زمینداریوں میں سے صرف ۱۴ زمینداریاں مسلمانوں کے قبضے میں تھیں۔ باقی ۴۱ زمینداریوں میں غیر مسلم زمیندار قابض تھے۔ گرچہ بکانن صاحب کے بیان کے مطابق اس وقت پورنیہ میں مسلمانوں کی آبادی کا تناسب تینتالیس ۴۳ فیصدی تھا۔

فوجداروں کے عہد میں
ہندو مسلم تعلقات

پورنیہ کے فوجداروں نے یہاں کی رعایا کے ساتھ جو روادارانہ اور منصفانہ سلوک کیا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہاں کی رعایا میں اپنے اپنے مذہب پر رہتے ہوئے بھی آپس میں مل جل کر رہنے کی ایک فضا پیدا ہو گئی اور اس کا اثر انگریزوں کے عہد میں بھی بڑی حد تک باقی رہا۔ بکانن صاحب فوجداروں کے عہد کے ختم ہونے کے ۳۸ سال بعد پورنیہ آتے ہیں۔ اس وقت انہیں ہندو اور مسلمانوں میں ایک دوسرے سے گھن یا نفرت کرنے کی کوئی بات نہیں ملتی۔ انہوں نے اپنی رپورٹ میں اس سلسلہ میں جو کچھ لکھا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ گرچہ مذہبی عقیدوں کے لحاظ سے اس ضلع کے ہندو اور مسلمان الگ الگ ہیں مگر ایک دوسرے کے درمیان تعصب تنگ نظری

اور منافرت نہیں ہے۔ وہ ایک دوسرے کے دکھ سکھ میں شریک ہیں۔ ایک دوسرے کے مذہبی تہواروں اور تقریبوں کے موقعوں پر سب خوشیاں مناتے ہیں۔ گرچہ یہ بات زیادہ تر عام طبقہ کے لوگوں اور جہلا طبقہ تک محدود ہے۔

وہ لکھتے ہیں" وہ مسلمان اپنی مذہبی رسومات کے زیادہ پابند ہیں۔ مگر دونوں فرقوں میں کوئی کھلا ہوا فرق نظر نہیں آتا ہے۔"[1] ہندو مسلمان مل جل کر کس طرح محرم مناتے تھے۔ اور ہندوؤں کے دل میں حضرت حسینؓ کے لئے کتنی عقیدت تھی۔ اس کا اندازہ اس کے حسب ذیل بیان سے کیجئے۔

لکھتے ہیں" ہندو، مسلمان پیشواؤں خصوصاً حضرت حسنؓ و حسینؓ کو خراج عقیدت پیش کرنے میں مسلمانوں سے پیچھے نہیں ہیں"[2] پھر تحریر فرماتے ہیں:۔

عوام میں محرم کے موقع پر ہندو اور مسلمان کا امتیاز مشکل ہے۔ اونچے طبقہ کے کافی ہندو تعزیہ وغیرہ بنانے کے لئے مسلمانوں کو پیسے دیتے ہیں۔ اور محرم کے دوران میں اکھاڑے والوں کی موڑھی، چوڑا اور شربت سے تواضع کرتے ہیں۔

آگے چل کر پھر لکھتے ہیں" محرم بڑے دھوم دھام سے اور گھر گھر منایا جاتا ہے اور اونچے طبقہ کے ہندو اسی طرح محرم کے جلوس کا خرچ دیتے ہیں اور اکھاڑے والوں کو شربت پلاتے اور کھانا کھلاتے ہیں۔ جیسے اعلیٰ طبقہ کے مسلمان۔"

پھر آگے چل کر لکھتے ہیں" محرم کے موقع پر عام جنتا چاہے ہندو ہو یا مسلمان محرم کے بھڑک دار اور شور غوغا سے بھرپور جلوس میں شاداں و فرحاں نظر آتے ہیں اور چونکہ ہندوؤں کو یہ بات اچھی طرح معلوم ہے کہ ایسا کرنے میں ان کو مسلمانوں کی طرف سے کوئی خطرہ نہیں ہوگا۔ مسلمانوں ہی کی طرح اس جشن کو منانے کے لئے پورے طور پر متمنی نظر آتے ہیں۔"

---

[1] بکانن رپورٹ پورنیہ مرتبہ جیکسن ص ۸۹-۱۸۸ [2] پورنیہ رپورٹ بکانن مرتبہ جیکسن ص ۸۹-۱۸۸

ہندوؤں اور مسلمانوں میں باہمی رواداری

پورنیہ ضلع کے مسلمان فوجداروں نے آپس کے بھید بھاؤ کی بجائے مل جل کر رہنے کی اور زندگی گذارنے کی جو روایت قائم کی تھی وہ بکانن صاحب کو فوجداروں کے عہد کے ۳۸ سال بعد بھی اسی طرح نظر آئی۔ چنانچہ لکھتے ہیں:۔

" ایک دوسرے کے مذہبی تقریبات میں شامل ہونے کا چلن گو اس ضلع میں رنگ پور کے مقابلے میں ہندو و مسلم ہر دو طبقہ کے جہلا تک محدود ہے۔ مگر رواداری اور فراخ دلی کی بہتیری مثالیں اونچے طبقہ میں بھی پائی جاتی ہیں۔ اور ان لوگوں میں بھی نظر آتی ہیں جو اپنے مذہب کے معاملے میں بہت کٹر ہیں۔ اونچے ذات کے ہندوؤں کی بھی اچھی خاصی تعداد حضرت حسنؓ و حسینؓ کے اعزاز میں تعزیہ وغیرہ کے بنانے میں خرچ دیتے ہیں۔ اور محرم کے موقع پر اکھاڑے والوں کی شربت اور بھونے ہوئے اناج سے تواضع کرتے ہیں۔"[1]

ہندو اور مسلمانوں میں اتفاق و اتحاد

پورنیہ ضلع کے ہندو اور مسلمان فوجداروں کے عہد میں بھائی بھائی بن کر اور مل جل کر زندگی گزارنے کے کس طرح عادی ہو گئے تھے۔ اور بدیسی لوگوں کے خلاف میں ایک بنے ہوئے تھے۔ اس کا اندازہ بکانن صاحب کے حسب ذیل بیان سے کیجئے۔

گرچہ مسلمان گائے ذبح کرتے ہیں اور اس کا گوشت کھاتے ہیں۔ مگر ہندو اور مسلمان دونوں اس بات پہ ایک ہیں کہ کسی فرقے کا کوئی آدمی کسی بدیسی کے

---

[1] بکانن اکاؤنٹ آف پورنیہ - مرتبہ جیکسن ص ۸۹-۱۸۸

ہاتھ کوئی گائے یا بچھڑا نہیں بیچے گا۔ اور ہندو یا مسلمانوں میں سے کسی کو بھی کوئی آدمی اس بات کے خلاف کرنے پر اکسا نہیں سکتا۔

جن کتابوں کے حوالہ سے تاریخ مرتب کی گئی

۱- طبقات ناصری (ابو عمر منہاج الدین سراج جوزجانی) مطبوعہ ایشیاٹک سوسائٹی بنگالہ ۱۸۶۴ء

۲- آئین اکبری، مؤلفہ علامہ ابوالفضل مطبوعہ لکھنؤ۔

۳- سیر المتاخرین مؤلفہ غلام حسین خاں طبا طبائی مطبوعہ لکھنؤ۔

۴- ریاض السلاطین مؤلفہ غلام حسین خاں زید پوری مطبوعہ ایشیاٹک سوسائٹی بنگالہ۔

۵- مظفر نامہ (قلمی) مؤلفہ کرم علی خاں مخطوطہ نمبر ۱۷۶ مملوکہ پٹنہ یونیورسٹی لائبریری۔

۶- احوال مہابت جنگ مؤلفہ یوسف علیخاں ابن غلام علی خاں مخطوطہ نمبر ۶۸۳ مملوکہ پٹنہ یونیورسٹی لائبریری

۷- تاریخ فرشتہ مؤلفہ محمد قاسم فرشتہ مطبوعہ منشی نول کشور لکھنؤ۔

۸- تاریخ مگدھ مؤلفہ فصیح الدین بلخی شائع کردہ انجمن ترقی اردو ہند دہلی ۱۹۴۲ء

۹- احسن التواریخ (تاریخ پورنیہ) مؤلفہ مولانا محمد یوسف رشیدی ہری پوری پورنوی مطبوعہ محبوب عالم پریس کشنگنج

۱۰- منتخب السیر (تاریخ راجگان کھگڑا) مؤلفہ فدا علی مطبوعہ نظامی پریس کانپور ۱۲۹۷ھ

۱۱- گلشن ہند، مؤلفہ میرزا علی لطف مطبوعہ رفاہ عام اسٹیم پریس لاہور ۱۹۰۶ء

۱۲- شعر الہند، مولانا عبد السلام ندوی

۱۳- معدن الانشاء قلمی، رام سنی ہرنجی داس مخطوطہ نمبر ۱۳۷۶ مملوکہ پٹنہ یونیورسٹی۔

۱۴- انشائے غریب (قلمی) اجاگر چند الفت مملوکہ جیسوال ریسرچ انسٹی ٹیوٹ پٹنہ۔

۱۵- مہابھارت کلکتہ چھاپ۔

۱۶- تذکرہ شعرائے بہار۔ عزیز الدین بلخی

۱۷- تذکرہ مسلم شعرائے بہار مرتبہ حکیم سید احمد اللہ ندوی

۱۸- تذکرہ شمیم سخن۔ عبد الحی صفا بدایونی

۱۹- پورنیہ نمبر، انسان ہفتہ وار کشن گنج ۱۹۵۵ء مطبوعہ انسان پریس کشن گنج۔

۲۰- ارمغان اتفاق (گلدستہ مشاعرہ کشن گنج پورنیہ ۲ مئی ۱۹۳۴ء

۲۱- روداد کانفرنس ہفتہ انجمن ترقی اردو کشن گنج مطبوعہ جہانگیر پریس کشن گنج

۲۲- رپورٹ انجمن اسلامیہ پورنیہ ۱۹۵۳ء تا ۱۹۶۱ء مطبوعہ جہانگیر پریس کشن گنج۔

۲۳- رسالہ "معارف" اعظم گڑھ بابت نومبر ۱۹۶۷ء

۲۴- ہدیا دھر (کلام شاہ کفایت پورنوی) مطبوعہ محبوب عالم پریس کشنگنج پورنیہ ۱۹۳۸ء

-:(English Books):-

1. Raymond's translation of Sairul Mutakharin Reprint 1902 II
2. A Broom – History of Bengal army V – I
3. S. Beal - Records of the western world II, 194 – 5
4. S. C. Hill – Bengal in 1756 – 57 - I
5. Stewarl's – History of Bengal (1847)
6. Early Revenue History of Bengal & fifth Report
7. Ancient Geography of India – !871
8. Hunter's – Statistical Accounts of Purneah
9. Notes on the Geography of old Bengal A. S. B. May 1908, IV
10. Annals of Rural Bengal
11. Review of the Indusrtial position 2 Prospects of Bengal 1908
12. A. J. Hirst – A note on the Bidri ware of Purnea Proceedings of A. S. B July 1907
13. Bird wood's Industrial Arts of India
14. Watt's Indian Arts of Delhi
15. J. Byrne - Purnea Survey and Settlement Report 1901 1908
16. Buchanan's–An Account of Purnea edited by Jacksion
17. Bihar District gazetteer Purnea P. C. Roy Chaudhary 1963
18. Martin's Eastern India 1838
19. Memcures of Gaur and Pandua – K. S. Abid Husain Khan edited by Staplaton M. A.
20. Dr Madneshwar Misra – Changing Agrarian economy of Purnea 1765 – 1950
21. Report Reqional Records Survey Committee Bihar 1965 76
22. Col L. A. Waddell, I. M.s. – Notes in the Manikth am Monolith.
23. Col Phillimore's– Historical Records of the survey of India V – I. P – 33
24. Report on the existing Arts and Industries in Bengal
25. Bengal District Gazetteer Purnea – O. Malley 1911
26. Walsh – History of Murshid Abad.
27. M. Sulaiman – Ficticious Story About Sripuria and Kishanganjia.

فہرست اسمائے اشخاص واماکن

اسمائے اشخاص و اماکن — صفحہ نمبر

اسمائے اشخاص و اماکن — صفحہ نمبر

اسمائے اشخاص و اماکن	صفحہ نمبر

اسمائے اشخاص و اماکن	صفحہ نمبر